:\Users\Rashid\Desktop\3
copy.jpg not found.

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف، پٹنہ

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ یادوں کے چراغ۔ کتابوں کی دنیا
■ خاتون جنت حضرت فاطمہؓ
■ آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا
■ مسلم معاشرہ میں قیادت کا مسئلہ
■ اخبار جہاں، طب وصحت، ہفتہ رفتہ
■ ملی سرگرمیاں

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 2 مورخہ ۲۰؍ ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ مطابق ۸؍ جنوری ۲۰۱۸ء روز سوموار

بین السطور

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

گیا سال

۲۰۱۷ء چلا گیا، ۲۰۱۸ء نے قدم رکھ دیا، سرکاری سطح پر لڑکیوں کی شادی کے لیے بلوغیت کی عمر کو مانیں تو کہنا چاہیے کہ اکیسویں صدی بلوغیت کی عمر کو پہونچ گئی، سال کے آخری دن ملک کے وزیر اعظم نریندر مودی نے ''من کی بات'' میں خود اپنی پیٹھ تھپتھپائی اور ۲۰۱۷ء کو مسلم عورتوں کی آزادی اور ان کے طاقتور بننے کا سال قرار دیا، انہوں نے اپنی تقریر میں بغیر محرم سفر حج کی منظوری اور پارلیامنٹ سے تین طلاق کے قانون بننے کو اس سال کی خصوصی حصولیابی سے تعبیر کیا، حالاں کہ یہ سعودی عرب کی حج پالیسی میں تبدیلی کی وجہ کر عملاً ممکن ہوسکا ہے، المیہ یہ ہے کہ ہمارے وزیر اعظم من کی بات صرف سنانے کے قائل ہیں، دوسرے کے من کی بات سنتے نہیں ہیں، اگر دوسرے کی بھی سننے کا مزاج رکھتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ یہ پورا سال پورے ہندوستان میں لاقانونیت، بدامنی، ہجومی تشدد، بھڑکاؤ بیانات، مخالفین کو ہراساں کرنے، مسلم پرسنل لا کے خلاف سازش، چور دروازے سے یکساں سول کوڈ ملک میں لانے کی تیاری کی نظر ہو گیا، معاشی اعتبار سے شرح ترقی کمزور ہوئی، روزگار نہیں ملنے کی وجہ سے ہمارے نوجوان مایوسی کے شکار رہے، گائے کے تحفظ کے نام پر مسلمانوں کا قتل کیا گیا، کسانوں کی خودکشی میں اضافہ ہوا، کئی جگہ مؤذن وامام کو زدوکوب کرکے مار ڈالا گیا، ٹرین کا سفر غیر محفوظ ہوا اور راستے میں بلاوجہ قتل کیے جانے کے امکانات بڑھے، سیاست نے اپنا وقار کھویا، خود غرضی اور مفاد پرستی نے کئی ریاستوں کے سیاسی درجہ حرارت کو بڑھایا اور حکومت کی تشکیل میں بھی سیاسی اخلاقیات کو بالائے طاق رکھا گیا، مخالفین کو ٹھکانے لگانے اور انہیں ہراساں کرنے کے لیے سارے داؤ استعمال کیے گیے، ملک کو باور کرایا گیا کہ سیاسی لیڈران اپنے کیے کی سزا پا رہے ہیں، سیاسی قائدین کی زبان کا بھرم بھی جاتا رہا، ایسی زبانیں انتخابی موقعوں سے استعمال کی گئیں کہ چنڈوخانوں میں بھی بولتے ہوئے زبان لڑکھڑاتی ہے۔

ہندوستانی مسلمانوں کے لئے پورا سال دردوکرب کا سال رہا، اخلاق، جنید وغیرہ کے قتل کے علاوہ پورے سال مسلمانوں کو نفسیاتی طور پر کمزور کرنے کے سارے حربے آزما لیے گئے، اور آخر میں محرم کے بغیر سفر حج کو حج کمیٹی کے ذریعہ منظور کر لیا گیا اس کے لیے بعض ائمہ کے یہاں اس کی اجازت کا سہارا لیا گیا، فقہی نقطۂ نظر سے قطع نظر مسلمانوں کو اس حوالہ سے بھی بانٹنے کی مذموم کوشش کی گئی، ہمارے بڑوں نے اسے مداخلت فی الدین نہیں قرار دیا، یہ ان کا صحیح موقف ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ حکومت مسلمانوں کو اس مسئلے کی آڑ میں بھی بانٹنے میں کامیاب ہوگئی، سپریم کوٹ میں تین طلاق کے خلاف فیصلہ ہوا، اسے کالعدم قرار دیا گیا، نام نہاد مسلم خواتین نے فتح کا جشن منایا، سپریم کورٹ کا فیصلہ ہمارے موقف کے خلاف تھا، چار پانچ کروڑ خواتین کے دستخط بھی لا کمیشن، سپریم کورٹ اور خواتین کمیشن کو ہماری بات سمجھا نہ سکے، یا حکومت کے اشارے پر سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی۔

اور پھر سپریم کورٹ کی ہدایت کا سہارا لے کر جلد بازی میں مسلم خواتین کے لئے بعد نکاح تحفظ کے نام پر ایک لنگڑا، لولھا اور تضاد سے بھرپور بل پارلیامنٹ سے منظور کرا لیا گیا، وزیر اعظم پر صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے خط کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا اور مسلم رائے عامہ کی پرواہ کیے بغیر انیس ترمیمات کو نظر انداز کرکے بل پاس ہو گیا۔ ہمارے مسلم ممبران پالیامنٹ یا تو پارلیامنٹ سے غائب رہے یا وہ پارٹی مفاد سے اوپر اٹھ کر گفتگو کی ہمت نہیں جٹا پائے، تبھی تو ترمیمات کے حق میں تین چار ووٹ سے زیادہ نہیں پڑے اور ساری ترمیمات صوتی ووٹ سے نا منظور ہو گئیں، ایک تنہا مسلمان قائد اسدالدین اویسی تھا جو ہماری ترجمانی کر رہا تھا، جن پارٹیوں نے مخالفت کی، وہ بھی کمزور کمزور دِکھے اور ان کی دلچسپی اس بل سے بالکل نہیں رہی، اپنی ہی پارٹی کے بل کی کاپی پھاڑنے والے راہل گاندھی بھی کہیں نظر نہیں آئے، ماں گوا میں فرصت کے لمحات سائیکل چلا کر گذار رہی تھیں، راہل بھی پارلیامنٹ سے چھٹی کے موڈ میں رہے، یہ بات ٹھیک ہے کہ پارلیامنٹ میں بی جے پی کی اکثریت ہے اور اس بل کو مخالفت کے باوجود پاس ہونا ہی تھا، لیکن کم از کم پارلیامنٹ کے رکارڈ میں ہماری مضبوط مخالفت تو درج ہوتی، ممکن ہے کہ اسے اسٹنڈنگ کمیٹی کے حوالہ کر دیا جاتا، ترمیمات پر بھی سوچ وچار کے امکانات سے انکار نہیں کیا جا سکتا تھا۔

(بقیہ صفحہ ۱۱/ پر)

فرض منصبی

''ہم ''امت اجابت'' تو بن گیے، ''امت دعوت'' کے اپنے فرض منصبی کو بھول گیے، عبادات اور معاملات کے دینی وشرعی فرائض کو تو ہم اپنے مذہب کا جز سمجھتے رہے، لیکن دعوت وتبلیغ کے اپنے فرض عین کو بھول گیے، نہ ہم نے اور نہ ہمارے مسلم حکمرانوں نے اس زریں دعوتی موقع سے فائدہ اٹھایا، جس کی بہترین جگہ یہ ملک ہے، جتنے نرم دل لوگ مجموعی طور پر ہمارے اس ملک کے ہیں، کسی اور خطہ کے نہیں۔ (مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی)

چارۂ کار

ملک کے موجودہ حالات میں مسلمانوں کے لیے چارہ کار کیا ہے؟ یہ ایک سوال ہے جو آج ہر سطح پر ایمان والوں کے درمیان اٹھ رہا ہے، لوگ ان حالات کو خطرناک سمجھ رہے ہیں اور اسے ہندوستان میں مسلمانوں کی بقا کا مسئلہ گردانتے ہیں، عام لوگوں کو بھی حالات کی سنگینی کا احساس ہے، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم اب تک یہ بات نہیں سمجھ پائے کہ اصل خطرہ حالات سے نہیں ہے، بلکہ ہماری بے حسی سے ہے، دین کے معاملے میں اب بھی ہمارے اندر تبدیلی نہیں پائی جا رہی ہے، کاروبار دنیا حسب سابق جاری ہے اور سوائے خوف ودہشت کے ہمارے اعمال میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے، حالاں کہ حالات میں سدھار عمال وحکام کے بدلنے سے نہیں، اعمال کے بدلنے سے ہوگا، انابت اللہ اور دین پر مضبوطی سے کاربند ہونا وہ نسخۂ کیمیا ہے، جو احوال وکیفیات کے بدلنے میں ہر دور میں معاون ومددگار رہا ہے، دلوں کو بدلنے والی ذات اللہ کی ہے اور اس کی مرضی ہو تو سب کچھ منٹوں میں نہیں سکنڈوں میں بدل جائے گا، ضرورت اللہ کو راضی کرنے کی ہے اور اس کی خفگی والے کاموں سے بچنے کی ہے۔

اپنے غیر مسلم بھائیوں تک فکری اور عملی طور پر اسلام کا پیغام پہونچانا بھی اس اس وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے ہمیں انہیں ہر سطح پر یہ باور کرانا ہوگا کہ ہمارے وجود سے اس ملک کی سرسبزی وشادابی ہے۔ تاریخ کے ہر دور میں ہم اس ملک کے لیے مفید رہے ہیں، اس ملک پر جب مسلمانوں کی حکومت تھی تو یہ ملک اس دور کے اعتبار سے تیزی سے ترقی کر رہا تھا، عظیم ہندوستان کا جو تصور آج پایا جاتا ہے اس کی داغ بیل مغلیہ دور حکومت میں پڑی تھی، انگریزوں نے جتنے بڑے ہندوستان پر جبراً قبضہ کر لیا تھا، اتنا بڑا ہندوستان تو آج بھی نہیں ہے، آزاد ہندوستان، پورا پورا ہندوستان باقی نہیں رہا، اس ملک کی جتنی تاریخی عمارتیں ہیں، جن پر ہندوستان ناز کرتا ہے اور جو پوری دنیا میں ہندوستان کی شناخت اور پہچان کا سبب ہیں، وہ سب اس ملک کو مسلمانوں کی دین ہیں، تاریخ کو دیومالائی روایت سے تبدیل نہیں کیا جائے اور غیر جانبدارانہ جائزہ لیا جائے تو ہر پڑھا لکھا آدمی اس کی تائید پر خود کو مجبور پائے گا۔

ہمیں انسانی بنیادوں پر خدمت خلق کے کام کو مزید آگے بڑھانا چاہیے، امیر شریعت سادس حضرت مولانا سید نظام الدین صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ خدمت خلق سے دل پر اور تعلیم سے دماغ پر قبضہ ہوتا ہے، موجودہ عدم رواداری کے ماحول میں اسلامی تعلیمات اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہم انسانی بنیادوں پر خدمت کرکے نفرت کے اس ماحول کو بدل سکتے ہیں، یہ ہمارے لیے اور ملک کے لیے بھی فائدہ مند ہوگا، یقیناً مقابلہ جن لوگوں سے ہے وہ سخت دل، جابر وظالم اور انسانیت کے احترام سے عاری لوگ ہیں، لیکن جب پتھر پر مستقل پانی پڑتا رہے تو وہ گھس جاتا ہے اور کبھی پتھر میں سوراخ کر دیتا ہے تو بھلا حسن اخلاق اور اچھے کردار سے ان کے دلوں پر دیا جانے والا دستک رائیگاں کیسے جا سکتا ہے۔

برادران وطن کے ذہن کو جس چیز نے سب سے زیادہ خراب کیا ہے، وہ فرقہ پرست طاقتوں کا یہ پروپیگنڈہ ہے کہ ہم ان کے دشمن ہیں، اور ہمیشہ ان کو نقصان پہونچانا چاہتے ہیں، یہ جھوٹ اتنی بار بولا گیا ہے کہ ہمارے غیر مسلم بھائیوں کو سچ معلوم ہونے لگا، حالانکہ ہم تو تمام انسانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مانتے ہیں، فرق یہ ہے کہ ہم اس دعوت پر لبیک کہہ کر قبول کرنے والے لوگ ہیں، جب کہ ہندوستان کے دیگر مذاہب کے لوگ امت دعوت ہیں، یعنی ان تک اسلام کا پیغام، دین کی دعوت پہونچانا، ہماری ذمہ داری ہے، دونوں جب ایک نبی کی امت ہیں تو اس میں نفرت کا گذر ہو ہی نہیں سکتا، کیوں کہ ہم کسی سے نفرت کرکے اس تک دین کی دعوت پہونچا نہیں سکتے، دعوت کا یہ کام محبت کی بنیاد پر ہی کیا جا سکتا ہے، اور اس جذبہ اور سوچ کے ساتھ ہی ممکن ہے کہ ہمارے دوسرے بھائی بھی جہنم کا ایندھن بننے سے بچ جائیں، اس کے لیے تو محبت ہی محبت کے ساتھ کام کرنا ہوگا، نفرت سے دعوت کا کام ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا، اس لیے مسلمانوں کو موجودہ حالات میں اس نقطۂ نظر سے نہ صرف غور کرنا چاہیے؛ بلکہ عملی میدان میں قدم آگے بڑھانا چاہیے۔

(بقیہ صفحہ ۱۱/ پر)

بلا تبصرہ

''بھاجپا کے لیے سارے حالات موافق رہے تو ۲۰۱۸ء میں راجیہ سبھا میں اس کے ارکان کی تعداد ستر تک پہونچ سکتی ہے، جب کہ یہاں اکثریت کے لیے ۱۲۳ کی تعداد طے ہے، ایسے میں بھاجپا کے لیے یہی تسلی کافی ہوگی کہ راجیہ سبھا میں اسے کانگریس کی دھونس نہیں جھیلنی پڑے گی..... اس سال بھاجپا کے کل سترہ ارکان کی مدت ختم ہوگی، لیکن اسمبلیوں میں اس کی موجودہ پوزیشن کے پیش نظر وہ آرام سے ستائیس سیٹوں پر جیت حاصل کر لے گی۔'' (دینک بھاسکر نیوز ۲۷؍ دسمبر ۲۰۱۷ء)

s\MD ASADULLAH\Downloads\naqueeb 08.01.2018 (1).inp 21/04/39 06:58 & PAGE 2 (1,1)

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

نہ ڈریئے، نہ گھبرایئے:

﴿جن لوگوں نے دل سے اقرار کرلیا کہ ہمارا رب صرف اللہ ہے، پھر اس پر استقامت دکھائی، ان پر اللہ کی طرف سے رحمت و بشارت کے فرشتے اتریں گے اور ان سے کہیں گے کہ نہ تم ڈرو اور نہ غم کرو اور تمہیں اس جنت کی بشارت ہے، جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے﴾ (سورۂ حم سجدہ:۳۰)

مطلب: اللہ رب العزت کی وحدانیت والوہیت پر یقین ایمان کی روح ہے، اس کے بغیر کوئی بھی شخص نجات حاصل نہیں کرسکتا، اس لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اکثر یہ دعا کرتے تھے: ''اللھم زدنا ایمانا ویقینا و فقھا'' (اے اللہ ہمارے دل میں ایمان، یقین اور ہم میں دین کی سمجھ بڑھا دے) کیوں کہ جب یقین پوری حقیقت کے ساتھ دل میں سما جاتا ہے تو اللہ سے تعلق اور جنت کا شوق بڑھ جاتا ہے اور یہی مومن بندہ کی اصل کامیابی ہے، جو لوگ ایمان وعقیدے پر جم جاتے ہیں اور مستقل مزاجی کے ساتھ اس کے تقاضوں کو پورا کرتے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں اس کے صلہ میں بیش بہا نعمتوں سے نوازتے ہیں اور بہت سی وہ نعمتیں بھی عطا کرتے ہیں، جس کی تمنا بھی دل میں پیدا نہیں ہوتی، مگر یہ آسائش وراحت انہیں لوگوں کو میسر ہوگی جو استقامت کے ساتھ اللہ سے اجر وثواب کی امید لگائے رہتے ہیں، استقامت کا مطلب ہی یہ ہے کہ نیکی اور بھلائی کے کاموں کو مرتے دم تک کرتے رہنا ادھر ادھر راہ فرار اختیار نہ کرنا، جیسا کہ صحابہ کرام نے پر خطر حالات میں بھی آزمائش ومشکلات کو ثبات قدمی کے ساتھ برداشت کیا اور ایمان کو اپنے سینے سے لگائے رکھا، ظلم وستم اور بربریت کے بہت سے آندھی طوفان آئے، مگر ان کے پائے استقامت میں ذرا بھی جنبش نہ پیدا ہوئی تو اللہ نے انہیں جنت کی بشارت سنائی۔ اس کے بعد ہی اللہ نے ان کے لیے فتوحات کے دروازے کھولے، مشہور حدیث ہے کہ حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول: مجھے اسلام کے بارے میں ایک جامع بات بتلایئے، جس کے بعد مجھے کسی سے کچھ نہ پوچھنا پڑے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ پر ایمان لانے کا اقرار کرو اور پھر اس پر مضبوطی سے جم جاؤ۔ اور اس کے تقاضوں کے مطابق اعمال صالحہ کرتے رہو، ایسا نہ ہو کہ جب دل میں انبساط وانشراح کی کیفیت طاری رہی تو شوق عبادت میں خوب نفل نمازیں پڑھتے رہے، مہینوں اور ہفتوں کے روزے میں دن گذار دیئے اور جب دل بے لگام ہوا تو فرائض وواجبات تک کو ترک کردیا، ایسا نہیں ہونا چاہئے؛ بلکہ جس قدر ممکن ہو عبادت کا اہتمام پابندی سے کرسکتے ہو، کرتے رہو اور کوشش اس بات کی ہونی چاہئے کہ میانہ روی اور اعتدال کے ساتھ کرتے رہو، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی نے لکھا ہے کہ جو کچھ زبان سے کہا تھا، اس کے مقتضی پر اعتقاداً وعملاً جمے رہے، اللہ کی ربوبیت کاملہ کا حق پہچانا، جو عمل کیا خالص اس کی خوشنودی اور شکر گذاری کے لیے کیا، اپنے رب کے عائد کئے ہوئے حقوق وفرائض کو سمجھا اور ادا کیا، غرض ماسوا سے منہ موڑ کر سیدھے اسی کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی کے راستہ پر چلے، ایسے مستقیم الحال بندوں پر موت کے قریب اور قبر میں پہونچ کر اور اس کے بعد قبروں سے اٹھنے کے وقت اللہ کے فرشتے اترتے ہیں جو تسکین وتسلی دیتے اور جنت کی بشارت سناتے ہیں۔ (ترجمہ شیخ الہند) آج جبکہ کفر والحاد اور بے حیائی کا سیلاب بڑھ رہا ہے، ہر طرف اسلام اور مسلمانوں کے ایمان وعقیدہ پر حملے ہورہے ہیں، کبھی شعائر اسلام کو مٹانے کی کوشش ہورہی ہے اور کبھی روح دین کو ہی ختم کرنے کے منصوبے بنائے جاتے ہیں، ان حالات میں ہم استقامت کے ساتھ اپنے ایمان پر ڈٹ جائیں اور شریعت وسنت کے مطابق زندگی گذاریں اور یقین مانئے کہ اگر استقامت اور بیدار مغزی کے ساتھ جم جائیں تو اللہ کی طرف سے غیبی نصرت ومدد حاصل ہوگی اور دشمن اسلام کو شرمناک شکست کا سامنا ہوگا، اللہ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔ آمین

خوشگوار ازدواجی زندگی گذاریئے:

{حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی ایمان والے شوہر کو اپنی ایمان والی بیوی سے نفرت نہیں کرنا چاہئے، اگر اس کی کوئی عادت ناپسند ہوگی تو دوسری کوئی عادت پسند بھی ہوگی} (مسلم شریف)

وضاحت: اسلام نے مثالی ازدواجی زندگی گذارنے کے لیے شوہر کو تاکید کی کہ اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرو، اس کے نازک جذبات کی رعایت رکھو، اس سے ازدواجی تعلقات اور معاشرتی معاملات درست رہیں گے، چونکہ انسان میں اچھائیاں اور برائیاں ہوتی ہیں، اب یہ دیکھنا چاہئے کہ بیوی کی بعض خوبیاں ایسی بھی ہیں جو مرد کی پرسکون اور خوش گوار زندگی کے لیے بہت اہم ہیں تو اس وقت ان کی بعض چھوٹی موٹی کمزوریوں اور کوتاہیوں سے صرف نظر کرلینا چاہئے؛ تاکہ زندگی کی گاڑی میں ناہمواری نہ پیدا ہو۔ قرآن مجید میں تاکید کی گئی ہے کہ آپس کے معاملات میں اور تعلقات میں فیاضی کو نہ بھولا جائے، چونکہ عورتوں میں فطری طور پر کچھ کمزوریاں رہتی ہیں، جن کی وجہ سے اس کا اپنے شوہر کے مزاج کے مطابق پورے طور پر ڈھلنا مشکل ہوتا ہے؛ اس لیے مرد کچھ عفو ودرگذر سے کام لے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرے، حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی اور سب سے ٹیڑھی پسلی اوپر والی ہوتی ہے، اگر تم اسے سیدھا کرنے چلو گے تو اسے توڑ دوگے اور اگر چھوڑ دوگے تو وہ برابر ٹیڑھی رہے گی؛ اس لیے تم اس کے ساتھ حسن سلوک کرو، اس کے جذبات کا پاس ولحاظ رکھو اور اس کی دل جوئی کرتے رہو، ہاں اگر بیوی بدزبان ہو، نافرمان ہو اور مشتبہ چال وچلن کی ہو تو پہلے اس کو نرمی سے سمجھاؤ، اگر باز نہ آئے تو اس کے بستر کو الگ کردو اور اگر اب بھی باز نہ آئے تو اس کو تنبیہ کرو، مگر تھپڑ سے منہ پر نہ مارو۔ اگر یہ سب سودمند نہ ہو تو رات دن کی تھکا فضیحتی اور نوک جھونک کے بجائے عزت وشرافت کے ساتھ رخصت کردو، مگر اس کو تنگ کرنے کے لیے تکلیف نہ پہونچاؤ، اگر تنبیہ کرنے کے بعد نافرمانی سے باز آگئی تو پھر اس کے قصور کو کھود کرید مت کرو، خوشگوار ازدواجی زندگی گذارنے کی کوشش کرو۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

تیمّم کب اور کیسے:

تیمّم کی اجازت کس صورت میں ہے اور اس کا طریقہ کیا ہے؟

الجوابـــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

تیمّم کی اجازت اس صورت میں ہے، جب کہ وضو یا غسل جنابت کے لیے پانی موجود نہ ہو، یا پانی ہو لیکن اس کے استعمال پر قدرت نہ ہو، یا اس کا استعمال صحت کے لیے نقصان دہ ہو، مرض کے بڑھ جانے کا ظن غالب ہو، اللہ پاک کا ارشاد ہے۔ ''اگر تم مریض ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضاء حاجت سے فارغ ہو یا بیوی سے صحبت کرے، پھر پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمّم کرو، اس طرح کہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کو مسح کرو'' (سورۃ المائدہ: ٦)

''ولو کان یجد الماء الا انہ مریض یخاف ان استعمل الماء اشتد مرضہ أو أبطابرؤہ یتیمم، ویعرف ذٰلک الخوف اما بغلبۃ الظن عن امارۃ أو تجربۃ أو اخبار طبیب حاذق مسلم غیر ظاھر الفسق'' (الفتاویٰ الھندیۃ ۱/۲۸)

تیمّم خواہ وضو کا ہو یا غسل کا، اس کے کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے نیت کرے کہ میں پاکی حاصل کرنے اور عبادت کے لیے تیمّم کررہا ہوں، اس کے بعد بسم اللہ پڑھ کر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو پاک مٹی یا اس کی جنس کی چیز؛ اینٹ، پتھر، دیوار وغیرہ پر اس طرح مارے کہ ہاتھوں کی انگلیاں کھلی ہوں، اس کے بعد ہاتھوں میں اگر مٹی لگی ہو تو اس کو جھاڑ کر اپنے چہرہ پر اس طرح پھیرے کہ کوئی حصہ باقی نہ رہ جائے، اس کے بعد دوبارہ دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مارے، پھر اسی طرح ہاتھوں سے مٹی جھاڑ کر پہلے بائیں ہتھیلی سے دائیں ہاتھ کا کہنیوں سمیت مسح کرے، پھر دائیں ہتھیلی سے بائیں ہاتھ کا کہنیوں سمیت مسح کرے، اگر ہاتھ کی انگلیوں میں انگوٹھی ہے تو اس کے نیچے بھی مسح کرے، مسح میں اس بات کا خیال رکھے کہ چہرہ اور دونوں ہاتھوں کا کوئی حصہ چھوٹنے نہ پائے۔

''وشرطھا أن یکون المنوی عبادۃ مقصودۃ لا تصح الا بالطھارۃ أو الطھارۃ أو استباحۃ الصلواۃ او رفع الحدث او الجنابۃ'' (البحر الرائق ۱/۲۶۱) ''عن عمار بن یاسر حین تیمموا مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فأمر المسلمین فضربوا باکفھم التراب و لم یقبضوا من التراب شیئاً فمسحوا بوجوھھم مسحۃً واحدۃً ثم عادوا فضربوا باکفھم الصعید مرۃ اخری فمسحوا بایدیھم'' (سنن ابن ماجہ/۴۳؛ باب التیمم ضربتین)

گرم پانی کی موجودگی میں تیمّم:

ایک شخص کے لیے ٹھنڈا پانی نقصان دہ ہے، لیکن گرم پانی نقصان دہ نہیں ہے، اور گرم پانی کا نظم بھی ہے، لیکن اس کے باوجود وہ تیمّم کر کے نماز پڑھتا ہے تو نماز درست ہے یا نہیں؟

الجوابـــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

تیمّم اس وقت درست ہے، جبکہ پانی موجود نہ ہو یا پانی کا استعمال صحت کے لیے نقصان دہ ہو، صورت مسئولہ میں شخص مذکور کے لیے ٹھنڈا پانی گرچہ نقصان دہ ہے، لیکن گرم پانی نقصان دہ نہیں ہے اور گرم پانی کا نظم بھی ہے تو ایسی صورت میں اس کے لیے تیمّم کر کے نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔

''ثم اعلم أن جوازہ للجنب عند ابی حنیفہ مشروط بان لا یقدر علی تسخین الماء و لا علی اجرۃ الحمام فی المصر و لا یجد ثوبا یتدفأ فیہ و لا مکانا یاویہ کما افادہ فی البدائع...... فصار الأصل انہ متی قدر علی الاغتسال بوجہ من الوجوہ لا یباح لہ التیمم اجماعا'' (البحر الرائق ۱/۲۴۶)

وضو اور غسل کے لیے ایک تیمّم:

ایک شخص کو غسل کی حاجت تھی، لیکن پانی اتنا ٹھنڈا تھا کہ اس سے غسل کرنا اپنے آپ کو ہلاکت اور پریشانی میں ڈالنا تھا، تو ایسی صورت میں وہ تیمّم کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور ایک ہی تیمّم سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجوابـــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں اگر واقعی ٹھنڈا پانی صحت کے لیے نقصان دہ ہو اور گرم پانی کا نظم نہ ہو یا گرم پانی بھی صحت کے لیے مضر ہو تو ایسی صورت میں شخص مذکور تیمّم کرسکتا ہے اور اس تیمّم سے نماز بھی ادا کرسکتا ہے، بشرطیکہ اس نے بوقت تیمّم طہارت کی نیت کرلی ہو۔ ''ولا یشترط تعیین الجنابۃ من الحدث فتکفی نیۃ الطھارۃ.'' (حاشیۃ الطحاوی/٦٠)

تیمّم کرنے والے کی امامت:

ایک مسجد کے امام صاحب جو ضعیف ہیں، جاڑے کے موسم میں عام طور سے عشاء اور فجر کی نماز تیمّم کر کے پڑھاتے ہیں، کیوں کہ پانی کافی ٹھنڈا ہوتا ہے، جس کا استعمال ان کے لیے سخت تکلیف اور نقصان کا باعث ہوتا ہے، پیر سوج جاتا ہے، جوڑوں میں درد بڑھ جاتا ہے، جس کی وجہ سے اٹھنا بیٹھنا مشکل ہوجاتا ہے، ایسی صورت میں ان کا تیمّم کر کے نماز پڑھانا اور باوضو لوگوں کا ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجوابـــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں جبکہ امام صاحب کے لیے گرم پانی کا نظم نہیں ہے اور ٹھنڈا پانی ان کے لیے نقصان دہ ہے، تو ایسی صورت میں وہ شرعاً معذور ہیں، وہ تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں اور پڑھا بھی سکتے ہیں، باوضو لوگوں کا ان کی اقتدا میں نماز ادا کرنا شرعاً صحیح ودرست ہے۔

''و ترجح المذاھب بفعل عمرو بن العاص رضی اللّٰہ عنہ حین صلی بقومہ بالتیمم لخوف البرد من غسل الجنابۃ و ھم متوضئون ولم یأمرھم علیہ الصلوٰۃ و السلام بالاعادۃ حین علم.'' (البحر الرائق ۱/٦۳٦)

فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب
پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

مورخہ ۲۰/ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ مطابق ۸/جنوری ۲۰۱۸ء روز سوموار

بہت کٹھن ہے ڈگر پنگھٹ کی

سپریم کورٹ کے فیصلہ کے باوجود آسام میں برسوں سے رہ رہے باشندوں کی شہریت کا مسئلہ حل ہوتا نظر نہیں آتا، چھیاسٹھ سال میں سات مرحلے کی بھر پور جد وجہد کے بعد ۳۱/دسمبر ۲۰۱۷ء کی آدھی رات کو نیشنل رجسٹر آف سٹیزنس (ان آر سی) کی پہلی فہرست جاری کی گئی ہے، جس میں صرف ایک کروڑ ۳۹ لاکھ لوگوں کی شہریت کو تسلیم کیا گیا ہے، جب کہ درخواستیں تین کروڑ انتیس لاکھ لوگوں کی تھیں، شہریت ثابت کرنے کے لیے اس درخواست کے ساتھ جو معاون دستاویز پیش کیے گیے ان کی تعداد چھ کروڑ پچاس لاکھ ہے، ان میں چودہ طرح کے تصدیق نامے ہیں اور ان کا وزن پانچ سوٹرکوں سے زائد ہے، ان دستاویزات کی پیشی صرف یہ بتانے کے لیے کی گئی ہے کہ ان کا خاندان ۱۹۷۱ء سے پہلے سے آسام میں رہ رہا ہے، اس مہم میں ایک لاکھ سرکاری ملازم لگائے گیے؛ تا کہ وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر آسام سے ان لوگوں کی شناخت کریں جو بنگلہ دیشی ہیں، باخبر ذرائع کے مطابق اس مہم پر اب تک نوسو کروڑ روپے خرچ ہو چکے ہیں، لیکن مہم اپنے نتیجے تک نہیں پہونچ پائی ہے، سرکاری اعداد وشمار کو مانیں تو ۱۹۷۱ء کے بعد سے اب تک صرف اسی ہزار بنگلہ دیشیوں کی پہچان ہو پائی ہے، یعنی سالانہ سترہ سو چالیس لوگ، اعداد وشمار یہ بھی بتاتے ہیں کہ گذشتہ اکاون سال میں ۲۹۷۳۸ لوگوں کو بنگلہ دیش واپس بھیجا گیا، سرکار کا ماننا ہے کہ آسام میں پچاس لاکھ بنگلہ دیشی اب بھی غیر قانونی طریقہ سے رہ رہے ہیں، بھاجپا نے اسے آسام انتخاب میں بڑا مُدا بنا کر پیش کیا اور ۲۰۱۶ء میں اس کے سہارے آسام میں اس کی پہلی سرکار بنی، مرکزی سرکار چاہتی ہے کہ وہ ”ناگرکتا سنشودھن بل“ پارلیامنٹ سے پاس کرائے، جس میں مسلمانوں کو چھوڑ کر سبھی مذہب کے لوگوں کے لیے شہریت کے حصول میں خصوصی سہولت دینے کی تجویز ہے، لیکن اس معاملہ میں مذہب کی بنیاد پر کوئی بل پاس کرالینا آسان نہیں ہے، کیوں کہ آسام میں شہریت کے رد ہونے کی تلوار صرف مسلمانوں ہی پر نہیں لٹک رہی ہے، بلکہ اس فہرست میں بڑی تعداد میں بنگالی ہندو بھی ہیں، حالاں کہ انتخابی بیان میں مودی جی نے ہندو شرناتھیوں کو شہریت دینے کی بات کہی تھی، ایسا کر کے وہ آسام میں ہندو مسلمانوں کے درمیان خلیج اور گہرا کرنا چاہتے ہے، لیکن اس بل کے لیے ابھی ماحول سازگار نہیں ہے، اس لیے التوا میں ہے، جس دن وزیر اعظم نے محسوس کیا کہ حالات سازگار ہیں وہ اس بل کو ہر حال میں پاس کرانا چاہیں گے۔ سپریم کورٹ کے فیصلہ کے بعد لوگ پُر امید تھے کہ یہ مسئلہ اب ختم ہو جائے گا، اسی لیے سال کے اختتام پر صبح سے ہی ان آر سی کے دفتر پر بھیڑ لگائے ہوئے تھے، لیکن پہلی فہرست دیکھ کر 42.25 لوگوں کو مایوسی لگی ہے، حالانکہ اس معاملہ کی سنوائی تین سال میں چالیس بار ہوئی تھی، اس فہرست کے نامکمل ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ خاندان کے بعض کی شہریت کو تسلیم کر لیا گیا اور بعض کو انتظار کے خانہ میں ڈال دیا گیا ہے، کسی خاندان کے شوہر کا نام ہے تو بیوی غائب، بیوی کا نام ہے تو شوہر غائب، بعض میں میاں بیوی دونوں موجود ہیں، تو بچے فہرست سے غائب، لطیفہ یہ ہے کہ ان آر سی کے اسٹیٹ کنو یز پر تیک ہجولہ، ممبر پالیامنٹ مولانا بدر الدین اجمل اور ان کے دونوں لڑکے، نیز ”دل گاؤں“ کے رکن اسمبلی الیاس علی کے ساتھ ۲۸/ پارلیامنٹ اور اسمبلی کے منتخب نمائندگان کے نام بھی فہرست میں موجود نہیں ہیں، جب کہ الفا پرمکھ پریش بروا کا نام اس فہرست میں مذکور ہے، حالاں کہ وہ گذشتہ دو دہائی سے آسام سے غائب ہیں، جن لوگوں کے نام اس فہرست میں نہیں ہیں، ان میں سے کئی نے ۱۹۵۱ء میں تیار کی گئی فہرست اور ۱۹۶۵ء میں رائے دہندگان کی فہرست میں اپنے نام کے اندراج کو دلیل کے طور پر پیش کیا تھا، جو پنچایت سر ٹیفکیٹ کے مقابلے شہریت کے ثبوت کے لیے مضبوط وثیقہ سمجھا جاتا ہے۔

اس فہرست کے جاری ہونے سے پورے آسام میں سنسنی پھیل گئی ہے، پوری ریاست میں حفاظتی انتظامات سخت کر دیے گیے ہیں اور فوج کو بھی تیار رہنے کو کہا گیا ہے، اس احتیاطی تدبیر کی وجہ یہ ہے کہ آسام میں شہریت کے معاملہ پر کئی بار تشدد آمیز تحریک چلی ہے، اسی (۸۰) کی دہائی میں آسام گن پریشد اور وزیر اعظم راجیو گاندھی کے دور میں مرکزی حکومت کے ساتھ ایک سمجھوتے کے نتیجے میں امن وامان قائم ہوا تھا، پھر ۲۰۱۳ء میں یہ معاملہ سپریم کورٹ پہونچا اور بالآخر عدالت کے حکم کی وجہ سے یہ فہرست جاری ہو سکی ہے، اس مسئلے کا حل یہ ہے کہ ۲۵/مارچ ۱۹۷۱ء سے قبل سے جو خاندان یہاں رہ رہا ہے، اس کو ہندوستانی شہری مان لیا جائے۔

آسام اکلوتا ایسا صوبہ ہے جس نے ۱۹۵۱ء میں ان آر سی تیار کیا تھا، اس وقت سے سات بار اسے جاری کرنے کی کوشش کی گئی اور ہر دفعہ افتراق وانتشار، آپسی جھگڑے اور تناؤ میں اس کی وجہ سے اضافہ ہوا ہے، اس بار بھی کچھ ایسا ہی ماحول ہے، لوگوں کو بڑی شدت سے دوسری فہرست کا انتظار ہے اگر یہ فہرست بھی خامیوں سے پُر رہی تو پھر ریاست میں تشدد آمیز تحریک کا آغاز ہو سکتا ہے، اس طرح مسئلہ ختم ہونے کے بجائے مزید پریشان کن ہوگا، ہو سکتا ہے تنظیمیں عدالت کا رخ کریں، جہاں سے فیصلے کے حصول کے لیے دولت قارون، صبر ایوب، اور عمر نوح کی ضرورت ہوگی، مطلب یہ ہے کہ بہت کٹھن ہے ڈگر پنگھٹ کی۔

ایران میں سورش

مسلکی اختلافات سے قطع نظر اس وقت پوری دنیا کی نگاہیں ایران اور ترکی کی طرف لگی ہوئی ہیں، سارے مسلم مماک میں یہی دو ممالک ایسے ہیں جو امریکہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے اور اس کی بکواس کا جواب دینے کا حوصلہ رکھتے ہیں، مسلم ممالک اور مسلمانوں سے ہمدردی کی بنا پر ترکی کے صدر رجب طیب اردوگان مستقبل کی نئی امید بن کر سامنے آئے ہیں، ایران کی پالیسی سنی، شیعہ کے گرد گھومتی ہے اور اس کی توجہ اس بات پر زیادہ ہے کہ سنی ملکوں میں تشدد بھڑکا کر غیر اعلانیہ طور پر اسے کمزور کیا جائے اور ممکن ہو تو داخلی طور پر اہل تشع کو اس قدر ابھار دیا جائے کہ عملا وہ ممالک مملکت ایران کے زیر نگیں آجائیں، مثال کے طور پر یمن، شام اور بحرین کا نام لیا جا سکتا ہے۔ اقوام متحدہ کے غالب گمان کے مطابق صرف شام میں ایران کے سالانہ چھ ارب ڈالر خرچ ہو رہے ہیں جبکہ ایران نواز مسلم جماعتوں کے نو ہزار ارکان ہلاک ہو چکے ہیں۔

اس پالیسی کی وجہ سے ایران کو اپنی طاقت بڑھانے اور افواج کو مضبوط کرنے کی ضرورت تھی، چنانچہ اس نے بجٹ کا ایک بڑا حصہ حفاظتی نقطۂ نظر سے افواج پر خرچ کرنا شروع کر دیا اور جن ملکوں کو کمزور کرنے کے لیے وہ مدد دے رہا ہے، اس میں بھی ملکی سرمایہ کا بڑا حصہ چلا گیا، نتیجہ یہ ہوا کہ اقتصادی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی گئی، منہگائی نے تیزی سے اپنے پاؤں پھیلائے، بدعنوانی اور امیر وغریب کے مابین معاشی فرق کو عوام برداشت نہیں کر سکی اور اس صورت حال نے ایران کو سورش میں مبتلا کر دیا، حکومت کے خلاف عوامی احتجاج اور مظاہرے ستر سے زائد شہروں میں پھیل چکے ہیں، دو درجن سے زائد افراد احتجاج کو دبانے کے لیے پولیس اور فوج کی گولی سے مر چکے ہیں، پانچ سو سے زائد افراد کی گرفتاری عمل میں آئی ہے، انٹرنیٹ سروس بند کر دی گئی ہے، سوشل میڈیا پر پابندی ہے، ایران کے صدر حسن روحانی کی امن قائم رکھنے کی اپیل، پاسداران انقلاب کی دھمکیاں اور فوج کے طاقت ور دستے کی کارروائیاں بھی اس سورش کو روکنے میں ناکام دکھ رہی ہیں۔

۲۹/دسمبر ۲۰۱۷ء سے جاری یہ احتجاج ومظاہرہ ۲۰۰۹ء کے بعد سب سے بڑا عوامی احتجاج ہے، ایران کی نوبل امن انعام یافتہ وکیل شیریں عبادی نے لاری پبلکا نامی اطالوی اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ میرے خیال میں یہ مظاہرے بہت جلد ختم ہونے والے نہیں ہیں، یہ ایک بڑے احتجاجی تحریک کا آغاز ہے، اور یہ ۲۰۰۹ء کی سبز تحریک سے بھی آگے جا سکتی ہے۔ احساس یہ ہے کہ اگر اس سورش پر جلد قابو نہیں پایا گیا تو امریکہ اپنی خفیہ ایجنسیوں اور دلالوں کے ذریعہ اس تحریک کو ہوا دیکر ایرانی طاقت کو کمزور کرنے میں اپنی توانائی لگا دے گا، احتجاج کرنے والوں کی پیٹھ تھپتھپانا تو اس نے ابھی سے شروع کر دیا ہے، ڈونالڈ ٹرمپ کے اس بیان کو کہ ”عظیم ایرانی عوام گذشتہ کئی برسوں سے جبر واستبداد کا سامنا کر رہے ہیں، وہ خوراک، آزادی اور انسانی حقوق کے بھوکے ہیں، اب تبدیلی کا وقت آگیا ہے“ کو اسی پس منظر میں دیکھنا چاہیے۔

انور جلال پوری کا انتقال

عمر قریشی اور ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد کے بعد مشاعرہ اور کوی سمیلن کے نامور عالمی شہرت یافتہ اناؤنسر (ناظم) انور جلال پوری کا ستر (۷۰) سال کی عمر میں ۲/جنوری ۲۰۱۸ء کو صبح دس بجے لکھنؤ میں کے جی ام یو کے ٹراما سنٹر میں انتقال ہو گیا، تدفین ان کے آبائی گاؤں جلال پور ضلع امبیڈکر نگر میں دوسرے دن ہوئی۔

انور جلال پوری کی اصل شہرت تو ناظم مشاعرہ کی حیثیت سے تھی اور اس کام کے لیے وہ بین الاقوامی طور پر جانے پہچانے، بلائے اور سنے جاتے تھے، لیکن ان کی شہرت ادیب، شاعر کے حوالہ سے بھی تھی، وہ کئی زبانوں پر دسترس رکھتے تھے، گیتا، گیتا نجلی اور رباعیات خیام کو شعری قالب میں ڈھالنے اور اردو زبان میں ترجمانی کا کام انہوں نے جس خوش اسلوبی سے کیا، اس سے ان کی قادر الکلامی کا پتہ چلتا ہے، اس کے علاوہ ان کی اہم تصنیفات میں توشۂ آخرت، جاگتی آنکھیں، خوشبو کی رشتے داری، کھارے پانیوں کا سلسلہ، پیار کی سوغات، روشنائی کے سفیر، اپنی دھرتی، اپنے لوگ، قلم کا سفیر، سفران ادب، ضرب لا الہ، جمال محمد، بعد از خدا، حرف ابجد وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

۶/جولائی ۱۹۴۷ء میں حافظ محمد ہارون کے گھر جلال پور میں پیدا ہونے والے اس بچے کا نام انوار احمد رکھا گیا تھا، لیکن وہ اصلی نام کے بجائے قلمی نام انور جلال پوری سے مشہور ہوئے، انہوں نے گورکھپور یونیورسٹی سے ۱۹۶۶ء میں بی اے، علی گڈھ مسلم یونیورسٹی سے ۱۹۶۶ء میں انگریزی ادب میں ام اے اور ۱۹۷۸ء میں اودھ یونیورسٹی سے اردو ادب میں ام اے کیا، تدریسی زندگی پوری کی پوری این ڈی کالج جلال پور میں انگریزی کے لکچرر کی حیثیت سے گذار دی، انہوں نے مختلف سالوں میں عربک پرشین بورڈ الہ آباد کے صدر، معین الدین چشتی اردو عربی فارسی یونیورسٹی لکھنؤ، شہر یار ایوارڈ انتخابی کمیٹی علی گڈھ، ان سی پی یو ایل نئی دہلی، اتر پردیش اردو اکیڈمی لکھنؤ، اتر پردیش ریاستی حج کمیٹی، لوک عدالت امبیڈکر نگر کے رکن کی حیثیت سے بھی قابل قدر خدمات انجام دیں، ان کی خدمات کے اعتراف کے طور پر انہیں مختلف اعزازات وایوارڈ سے بھی نوازا گیا، جن میں خاص طور سے یش بھارتی ایوارڈ، قومی یکجہتی ایوارڈ، افتخار میر ایوارڈ، مہا کوی کبیر داس اسمرتی مگھر مہوتسو ایوارڈ، شہنشاہ نظامت ایوارڈ، نظیر بنارسی ایوارڈ قابل ذکر ہیں، محققین نے ان پر مقالے لکھے، جن میں سے دو مقالے پر ڈاکٹر اسلم الہ آبادی اور عبد الشکور کو پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی گئی۔

انور جلال پوری کی خوبی یہ تھی کہ وہ ان تمام حصولیابیوں کے باوجود سادگی، تواضع اور انکساری کے نمونہ تھے شہرت مقبولیت نے ان کے اندر کبر اور نخرے کو جنم نہیں دیا تھا، وہ فائیو اسٹار ہوٹلوں میں ٹھہرائے جاتے تھے، لیکن گاؤں کی سیلن زدہ کوٹھری اور دھول اڑاتی سڑکوں پر بھی چلنے میں انہیں تردد نہیں ہوتا تھا، انہیں اپنے گاؤں سے حد درجہ پیار تھا اور اسی پیار نے جلال پور کو ان کے نام کا لاحقہ بنا دیا تھا، ناظم مشاعرہ کے لیے شاعروں کو خوش رکھنا انہیں مناسب تعارف اور القاب کے ساتھ مائیک پر آنے کی دعوت دینا بڑا مشکل کام ہے، (بقیہ صفحہ ۱۱/ پر)

s\MD ASADULLAH\Downloads\naqueeb 08.01.2018 (1).inp 21/04/39 06:58 & PAGE 4 (1,1)

یادوں کے چراغ

مولانا محمد اسلام قاسمی

: ایڈیٹر کے قلم سے

مدرسہ اسلامیہ رام پور، پوپری ضلع سیتامڑھی کے بانی، جامعۃ المؤمنات رام پور کے سرپرست، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد رشید، حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کے ہم درس، استاذ الاساتذہ مولانا محمد اسلام قاسمی کا ۳۱؍دسمبر ۲۰۱۷ء مطابق ۱۲؍ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ بروز اتوار بوقت چار بجے صبح ان کے آبائی گاؤں رام پور، پوپری میں انتقال ہوگیا، وہ طویل عرصہ سے بیمار چل رہے تھے، یکم جنوری ۲۰۱۸ء کو بعد نماز ظہر جنازہ کی نماز ادا کی گئی، ان کے بڑے صاحب زادہ مولانا قاری احمد علی قاسمی استاذ مدرسہ رحمانیہ مہسول سیتامڑھی نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور سینکڑوں سوگواروں کی موجودگی میں علم وفضل اور تقویٰ طہارت کا یہ پیکر خاکی زمین کی آغوش میں چلا گیا، سال ۲۰۱۷ء جاتے جاتے یہ صدمۂ جانکاہ دے گیا اور مولانا مرحوم کی فیض رسانی کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔

مولانا محمد اسلام قاسمی بن بابو جان بن محمد منصف بن محمد نتھو کی پیدائش ۱۹۳۶ء میں ان کی نانی ہال موضع پرول موجودہ ضلع سیتامڑھی میں ہوئی، ابتدائی تعلیم پرول کے مکتب سے حاصل کرنے کے بعد وہ دار العلوم مئو ناتھ بھنجن اعظم گڈھ چلے گیے، اور ہدایہ اولین تک کی تعلیم وہیں حاصل کی، اس زمانہ میں مئو خود ضلع نہیں تھا، یہ اعظم گڈھ ضلع کے تحت بڑا قصبہ تھا، اور مشرقی علوم کی تدریس کے کئی بڑے ادارے اس وقت بھی قائم تھے، اور اب روز بروز اس میں اضافہ ہو رہا ہے، دار العلوم مئو میری مادر علمی بھی ہے، ۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۷ء تک کا دور میرا یہاں گذرا ہے، مولانا موصوف نے اس وقت کے نامور اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، وہاں سے دار العلوم دیوبند تشریف لے گیے جہاں انہوں نے بخاری شریف شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے پڑھی اور سند فراغ حاصل کیا، فراغت کے بعد تدریسی زندگی کا آغاز مراد آباد کے ایک مدرسہ سے کیا، ابھی زیادہ دن نہیں گذرے تھے کہ ان کے بڑے بھائی عبد السلام صاحب کا انتقال ہوگیا، ان کے جنازے میں وہ گھر تشریف لائے، یہاں کی بے دینی کو دیکھا تو جامع مسجد سے پورب اور شمال میں جہاں ان کا آبائی مکان ہے، وہیں ۱۹۵۸ء میں دینی مکتب قائم کیا، طلبہ کا رجوع شروع ہوا تو مکتب نے دھیرے دھیرے مدرسہ اسلامیہ کی شکل اختیار کرلی، بعد میں اس مدرسہ کا الحاق مدرسہ بورڈ سے ہوگیا، مولانا مرحوم پوری زندگی اسی مدرسہ سے وابستہ رہے، مولانا کی جہد مسلسل سے یہ ایک بافیض مدرسہ ثابت ہوا، یہاں کے فیض یافتہ لوگوں نے عملی طور پر اس گاؤں کی رام پور کی حیثیت کو بدل کر اسلام پور کردیا، گاؤں کا نام اب بھی رام پور ہے، لیکن دینی تعلیم کے فروغ اور علماء کی کثرت کی وجہ سے یہ گاؤں ''رام'' کے بجائے ''اسلام'' کی ڈگر پر گامزن ہوگیا اور دن بدن اس میں اضافہ ہوتا جارہا ہے، چوں کہ یہ مدرسہ بورڈ سے ملحق ہوگیا تھا، اس لیے ۲۰۰۰ء میں مولانا اپنی مدت ملازمت پوری کر کے سبکدوش ہوگئے اور دھیرے دھیرے مختلف امراض کے شکار ہوتے گیے، بلکہ کبرسنی اور ضعف نے انہیں مجموعۂ امراض بنا دیا تھا۔

مولانا کی شادی مولانا محمد طیب صاحب رتھوس موجودہ ضلع مدھوبنی کی صاحب زادی سے ہوئی تھی، مولانا محمد طیب صاحبؒ، حضرت مولانا محمد ازہر صاحبؒ رانچی کے بھائی تھے، مولانا کے پس ماندگان میں دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، مولانا کے دونوں لڑکے عالم ہیں، مولانا احمد علی قاسمی اور مولانا محمد علی قاسمی کے نام سے متعارف ہیں، تینوں لڑکیوں میں سے ایک، امارت شرعیہ کی مجلس شوریٰ کے سابق رکن مولانا نبی اختر مظاہری (م ۲۵؍اکتوبر ۲۰۱۰ء) کے چھوٹے بھائی حافظ فہیم اختر کے نکاح میں ہے۔

مولانا مرحوم نے پوری زندگی گاؤں میں دینی ماحول کے قائم کرنے میں لگا دیا، شرک وبدعات، اوہام وخرافات، رسوم ورواج اور تعزیہ داری کو ختم کرنے کے حوالہ سے پورے علاقہ میں آپ کی جدوجہد مثالی رہی ہے، بلکہ کہنا چاہیے کہ پورے علاقہ میں ان کی حیثیت ''تنہا حسین'' کی تھی جو باطل پر ضرب کاری لگانے کے لیے میدان میں تنہا کھڑا تھا، ان کی زندگی کا تین ہی مشغلہ تھا، دعوت وتبلیغ، مدرسہ کی خدمت اور کاشت کاری، معاش کا بڑا حصہ وہ کاشتکاری سے حاصل کرتے تھے، وہ قوت لا یموت بقدر کفایت معاش کے قائل تھے، اور اللہ نے انہیں اتنا دے رکھا تھا کہ خود بھی کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے، گاؤں میں ان کی حیثیت اکابر کی تھی، عمر کے اعتبار سے بھی علم وفضل، رعب ودبدبہ، تقویٰ اور طہارت کے اعتبار سے بھی، وہ راستہ چلتے وقت شرعی اصولوں کا خاص خیال رکھتے، نگاہیں ہمیشہ نیچی ہی رہتیں، اس کی وجہ سے وہ خود بھی محفوظ رہتے اور دوسرے بھی محفوظ رہتے، ان کی زندگی میں لایعنی باتوں اور غیر ضروری کاموں میں وقت ضائع کرنے کا کوئی خانہ نہیں تھا، ان کے مخالفین بھی ان کی سادگی، اصول پسندی اور باوقار ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔

مولانا سے میری ملاقات زیادہ نہیں تھی، ایک دوبار جب جامعۃ المؤمنات رام پور کی دعائیہ مجلس میں شرکت ہوئی تھی تو ان سے کئی سال قبل ملا تھا، مولانا اس ملاقات میں میری ہی سنتے رہے، خود انہوں نے بہت کم گفتگو میں حصہ لیا، مولانا کی صلاحیت اور صالحیت کا اندازہ ان کا چہرہ پڑھ کر ہوا، گو چہرہ شناسی میں مجھے زیادہ درک نہیں ہے، لیکن کبھی کبھی تحت الشعور کی غیر مرئی لہریں کسی بھی چیز کو شعور وادراک تک پہونچا دیتی ہیں، اس طرح کہنا چاہیے کہ یہ دل کا فیصلہ ہوتا ہے، اور داخلی شہادت ہوتی ہے، تجربہ یہ کہتا ہے کہ دل کے فیصلے اور داخلی شہادت عموماً دھوکہ نہیں دیتے اس لیے تو فتویٰ اپنے دل سے لینے کی ہدایت کی گئی ہے، میرا خیال ہے کہ مولانا کو سمجھنے میں، میں نے بھی دھوکہ نہیں کھایا تھا۔

مولانا مرحوم ہمارے درمیان نہیں رہے، ان کے صاحب زادگان دونوں عالم ہیں اور دینی خدمت سے لگے ہوئے ہیں، چھوٹے صاحب زادہ منہاج السنہ مالونی کالونی ممبئی میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں، صادق الامین علیہ السلام نے فرمایا کہ تین چیزوں کا ثواب مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے، ان میں سے ایک ''ولد صالح یدعو لہ'' ہے، اللہ نے انہیں ولد صالح دیا ہے اور یہ کہنے کی بات نہیں ہے کہ وہ اب پوری زندگی ان کے لیے دعاء مغفرت کرتے رہیں گے، ان کے شاگردان اس پر مستزاد ہیں، مغفرت اور ترقی درجات کے الحمد للہ سارے قرائن موجود ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

کتابوں کی دنیا

تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں

نئی نسل اور میرے مضامین

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

نئی نسل اور میرے مضامین ڈاکٹر اختر حسین آفتاب بن سید شاہ نعمت حسین سابق استاذ محمڈن اینگلو عربک اسکول پٹنہ سیٹی، حال مقام نیو عظیم آباد کالونی پٹنہ-۶ کے مضامین کا مجموعہ ناشر ارم پبلیکیشن دریاپور پٹنہ اور طباعت رائٹ آفسیٹ دریاپور پٹنہ کی ہے، کتاب کے صفحات ۱۱۶ ہیں اور قیمت ۲۰۰ روپے رکھی گئی ہے، جو اردو کے قارئین اور کتاب کی اہمیت وافادیت کے اعتبار سے زیادہ معلوم ہوتی ہے، بک امپوریم اور پرویز بک ہاؤس سبزی باغ سے قیمتاً کتاب خریدی جاسکتی ہے، ہوسکتا ہے بک سیلر حضرات کمیشن کا کچھ حصہ خریدار کو بھی بخش دیں تو جیب زیادہ گراں بار نہیں ہوگا۔

ڈاکٹر اختر حسین آفتاب تعلیمی، تدریسی، سماجی وفلاحی کاموں میں سرگرم رہے ہیں، وہ قومی یک جہتی اور امن عالم کے داعیوں میں ہیں اس کے لیے لکھتے بھی ہیں اور عملی جدوجہد بھی کرتے رہتے ہیں، گو ہندوستان میں قومی یک جہتی اور بھائی چارے کا مطلب بقول اسرار جامعی یہ بن گیا ہے کہ ''ہم تو انہیں بھائی سمجھیں اور وہ چارہ ہمیں''۔

ڈاکٹر صاحب کے پانچ کتابچے انگریزی میں اور ایک کتاب آئینۂ فکر اردو میں اس سے قبل شائع ہوچکی ہے، انگریزی اور اردو اخبارات میں ان کے ایک ہزار سے زائد خطوط مختلف موضوعات پر شائع ہوچکے ہیں، پروفیسر وہاب اشرفی نے ڈاکٹر صاحب کی کتاب، کتابچے وغیرہ کو فکری قرار دیا ہے۔

زیر نظر مجموعہ میں دو قسم کے مضامین ہیں، ایک کا تعلق بڑے لوگوں کے احوال وآثار اور ان کی خدمات سے ہے، جب کے دوسرے قسم کے مضامین فکری ہیں، جو نئی نسل کو تعلیم وتحقیق کے میدان میں آگے بڑھنے اور مشکل حالات میں حوصلہ نہ ہارنے کا درس دیتی ہیں، یہ مضامین مختصر ہیں، بقول ڈاکٹر رضی احمد گاندھی سنگھرالیہ، گاندھی میدان پٹنہ ''ایک ماہر تعلیم شفیق استاذ اپنے بچپن ساٹھ منٹوں کے ایک پریڈ میں جس طرح اپنے شاگردوں کے سامنے اپنے علمی خزانے کو انڈیل کر انہیں مالامال کردینا چاہتا ہے، آفتاب صاحب نے اس کتاب میں اسی استادی کا مظاہرہ کیا ہے، ڈاکٹر اختر حسین آفتاب صاحب کے مضامین کا مقصد وہی نئی نسل کی تعمیری صلاحیت کی جلا بخشتی ہے۔''

کتاب کا پیش لفظ اور چند الفاظ خود ڈاکٹر اختر حسین آفتاب نے لکھا ہے، مصنف کا تعارف اشرف النبی قیصر اور نوجوانوں سے کچھ کہنا ہے کہ عنوان سے ڈاکٹر رضی احمد نے کتاب اور صاحب کتاب کے بارے میں قاری کو آگاہ ہے۔ کتاب میں مضامین کے لیے ابواب نہیں باندھے گئے اور ان کی جمع بندی موضوع کے اعتبار سے نہیں ہے، بلکہ وہ کیف ما اتفق ہے، یعنی ہر مضمون اپنی جگہ اہم ہے، ہیرے کو جس ترتیب سے رکھ دیجئے اور جہاں رکھ دیجئے اس سے ہیرے کی قدر وقیمت پر کیا فرق پڑتا ہے۔

کتاب میں شخصی احوال وآثار کے تحت جن لوگوں پر مضامین ہیں، ان میں پروٹا گورس، سقراط، پروفیسر عبد السلام، رامیشور پرشاد گولوارا، ڈاکٹر اے کے سین، میڈیم کوری، مہاتما بدھ، مہاتما گاندھی، اور پنڈت نہرو کو مختلف عنوانات فلسفیانہ افکار، تصور ذات، انسان دوستی، قومی اتحاد ویک جہتی کے حوالہ سے موضوع تحریر بنایا گیا ہے، دوسرے قسم کے مضامین جن کا تعلق تاریخ اور سماجیات سے ہے، ان میں محمڈن اینگلو عربک ہائی اسکول پٹنہ سیٹی، پریس ترویکا کیا ہے؟ نابینا افراد اور ہمارا سماج عوام اور تاریخ سازی، ۱۹۵۷ء کے بہار کے شہدا، قابل ذکر ہیں، مجموعی طور پر اس کتاب کو علمی اور فکری کہا جاسکتا ہے، اس کے مندرجات کے مطالعہ سے نئی نسل میں کچھ کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا، اور راستے کی رکاوٹیں ان کی ترقی کی راہ میں سنگ گراں نہیں ثابت ہوں گی، کتاب کے فلیپ پر پروفیسر اعجاز علی ارشد اور اشرف النبی قیصر کی تحریر بھی قابل مطالعہ ہیں، اس سے کتاب کی اہمیت سمجھ میں آتی ہے۔

کتاب کی طباعت اچھی ہے، کاغذ اور ہارڈ بائنڈنگ کے ساتھ کور اور ڈیزائن بھی دیدہ زیب ہے، پروف کی غلطیاں کم ہیں، سطروں کے فاصلے کو کم کر کے کتاب کی ضخامت کم کی جاسکتی تھی، کمپوزر یا تو میٹنگ کے فن سے ناواقف ہے یا اس نے اجرت بڑھانے کے لیے سطریں کم کردی ہیں، ڈیمائی سائز پر اکیس بائیس سطریں بھی آجاتیں تو حروف بہت باریک نہیں ہوتے اور پڑھنے میں دشواری نہیں ہوتی۔

فکری ارتداد کے پھیلتے جراثیم

مولانا مفتی ذکاؤ اللہ شبلی مفتاحی رحمانی قاضی شریعت اندور کا شمار متحرک، فعال، امت مسلمہ کے اصلاح حال کے لیے فکر مند لوگوں میں ہوتا ہے، وہ جامعہ ہدایت الاسلام کے بانی اور مختلف تنظیموں کے شریک کار کی حیثیت سے ملی، تعلیمی، سماجی اور فلاحی کاموں میں سرگرم رہتے ہیں، تقریر وتحریر، تحقیق وتصنیف، تالیف وترتیب کی صلاحیت بھی اللہ نے انہیں بخشی ہے، وہ حسب موقع اس کے ذریعہ لوگوں کو فائدہ پہونچایا کرتے ہیں، ان کا اصلاحی تعلق امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم سے ہے اور حضرت کی تربیت کے اثرات ان کی ذات میں نمایاں ہیں، اب تک ان کی گیارہ کتابیں طبع ہوچکی ہیں، چار زیر تالیف ہیں، فکر ارتداد کے پھیلتے جراثیم، جن کا سد باب وقت کی اہم ضرورت ہے، مولانا کی ان کتابوں میں سے ایک ہے جو حال میں طبع ہوکر اہل علم تک پہونچی ہے، اسی (۸۰) صفحات کی اس کتاب کا ہدیہ پچاس روپیے، مکتبہ فیضان ولی جامعہ ہدایت الاسلام ولی نگر اندور کا نام ناشر کے طور پر، درج ہے، بہار میں یہ کتاب مکتبہ رحمانی خانقاہ رحمانی مونگیر اور دیوبند میں مکتبہ زمزم سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۱؍پر)

خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا

مولانا نورالحق رحمانی، استاذ المعہد العالی امارت شرعیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی اور چہیتی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا مکہ معظّمہ میں ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئیں، ان کی تاریخ پیدائش کے بارے میں سیرت نگاروں کے تین اقوال ہیں، پہلا قول یہ ہے کہ ان کی ولادت نبوت سے پانچ سال قبل اس وقت ہوئی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پینتیس سال تھی اور قریش مکہ کعبہ کی تعمیر نو کر رہے تھے اور حجر اسود کو اس کی جگہ پر رکھنے کے مسئلہ میں ان کے درمیان اختلاف رونما ہوگیا تھا اور قتل وقتال تک کی نوبت آ گئی تھی، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عقل وبصیرت اور حکمت عملی سے ختم کیا تھا، دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی ولادت بعثت نبوی کے معاً بعد ہوئی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اکتالیس سال تھی اور تیسری روایت یہ ہے کہ ان کی پیدائش بعثت سے تقریباً سال بھر پہلے ہوئی۔ ان میں سے پہلا قول قابل ترجیح اس لیے ہے کہ یہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور وہ اپنے گھرانے کے احوال سے زیادہ واقف ہوں گے، مدائنی نے اسی قول کو صحیح کہا ہے اور ابن الجوزی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کی ولادت اس سال ہوئی، جب کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۳۵/سال تھی۔ (اصابہ: ۵۹/۸)

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ظاہری شکل وصورت، نشست وبرخاست، رفتار وگفتار اور معنوی صفات وکمالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت مشابہ تھیں، نبوی تعلیم وتربیت کا گہرا اثر ان کی شخصیت میں موجود تھا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں تمام اولاد سے زیادہ محبوب تھیں؛ اس لیے کہ وہ سب سے چھوٹی تھیں اور چھوٹی اولاد سے عام طور پر والدین کو زیادہ محبت ہوا کرتی ہے اور دیگر تمام اولاد زندگی میں اللہ کو پیاری ہوگئی اور سیدہ فاطمہ وفات تک زندہ رہیں، وفات نبوی کے چھ ماہ بعد ان کا انتقال ہوا، آپ کی اولاد ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل چلی، لسان نبوت نے آپ کو جنتی عورتوں کی سردار قرار دیا، جیسا کہ ان کے دونوں صاحبزادوں حضرت حسن اور حضرت حسین کو جنت کی نوجوانوں کا سردار قرار دیا، اس کے علاوہ بھی ان کے بہت سے فضائل ومناقب ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دین کی تبلیغ شروع کی تو آپ پر اور خاندان نبوت پر بہت سے مصائب وآلام آئے، آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے، خاندان بنی ہاشم کا سماجی بائیکاٹ ہوا، جس کا سلسلہ تین برس تک جاری رہا، حضرت فاطمہ اپنی عمر کے ابتدائی مرحلہ میں اور عنفوان شباب میں اس بائیکاٹ وحصار کی جاں گسل سختیوں سے دوچار ہوئیں، جس نے آپ کی صحت پر برا اثر ڈالا اور پھر زندگی بھر اس کا ضعف باقی رہا، حصار سے قبل کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے، وہاں کفار قریش کا مجمع تھا، عقبہ بن معیط نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر اونٹ کی اوجھ لاکر ڈال دی، حضرت سیدہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو دوڑی ہوئی آئیں اور آپ کی پیٹھ سے اس گندگی کو اٹھا کر پھینکا اور دشمنوں کو ڈانٹ پلائی اور ان سے ناراضگی کا اظہار کیا، اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اس زمانے میں باشعور تھیں اور یہ جبھی ممکن ہے، جب آپ کی پیدائش نبوت سے پانچ سال قبل ہو، سن 10 نبوی میں جب حصار سے نجات ملی تو اپنی ماں ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے صدمہ سے گذرنا پڑا، ماں کے انتقال کے بعد اپنے والد کے لیے دعوت دین کی راہ میں معین ومددگار ثابت ہوئیں، وہ ماں کی طرح اپنے والد کے غم واندوہ کو ہلکا کرتیں اور ان کی ڈھارس بندھاتیں اور ان کی خدمت بجالاتیں۔ نبوت کے تیرہویں سال جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو یہ اور ان سے بڑی بہن حضرت ام کلثوم ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ گھر میں تھیں، علامہ ذہبی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ اور حضرت ابوبکر صدیق کے اہل خانہ کی مکہ سے مدینہ ہجرت کا واقعہ حضرت عائشہ کی حدیث سے نقل کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت فرمائی تو ہم کو اور اپنی بیٹیوں کو اپنے پیچھے چھوڑ گئے، جب آپ مدینہ منورہ میں مقیم ہوگئے تو ہمیں مکہ معظّمہ سے منگوانے کے لیے یہ انتظام فرمایا کہ حضرت زید بن حارثہ اور ابورافع کو ہمارے پاس بھیجا اور انہیں دو اونٹ اور پانچ سو درہم دیئے کہ اس سے حسب ضرورت مزید سواری خرید سکیں، یہ رقم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق سے بطور قرض لی تھی، حضرت صدیق نے بھی (اپنے اہل خانہ کو منگوانے کے لیے) ان دونوں کے ساتھ عبداللہ بن اریقط لیثی کو دو یا تین اونٹ کے ساتھ بھیجا اور اپنے صاحبزادے عبداللہ کو یہ لکھا کہ وہ اپنی ماں ام رومان اور مجھے (حضرت عائشہ کو) اور میری بہن حضرت اسماء کو مکہ سے مدینہ لے آئیں، جب یہ حضرت مدینہ سے چل کر مقام قدید پر پہنچے تو انہوں نے اس رقم سے مزید تین اونٹ خریدے، پھر مکہ معظّمہ میں داخل ہوئے تو وہاں حضرت طلحہ سے ان کی مڈبھیڑ ہوئی جو حضرت ابوبکر کے گھر والوں کے ساتھ ہجرت کا ارادہ رکھتے تھے، چنانچہ ہم سب لوگ مکہ سے نکلے اور حضرت زید اور ابورافع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ حضرت فاطمہ، حضرت ام کلثوم، ام المومنین حضرت سودہ، ام ایمن اور ان کے فرزند)، حضرت اسامہ کو لے کر نکلے، اس طرح ہم سب لوگ ایک ساتھ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۰۹/۲)

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں بیٹیوں کو اللہ کے راستے میں ہجرت کا شرف حاصل ہوا، ان کے سفر ہجرت کا واقعہ ان کے حالات کے ذیل میں مذکور ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مکہ معظّمہ میں ہو چکا تھا؛ لیکن رخصتی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں عمل میں آئی، اس وقت حضرت فاطمہ کی عمر اٹھارہ سال ہوگئی تھی، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شادی کی فکر ہوئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ مصاہرت اور دامادی کا شرف ایک عظیم شرف تھا، جس کے متمنی اکابر صحابہ کرام بھی تھے، چنانچہ متعدد حضرات کی طرف سے نکاح کا پیغام آیا، جن میں حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی تھے؛ لیکن اس سلسلے میں آپ کو حکم الٰہی کا انتظار تھا، جب شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے پیغام آیا تو آپ نے وحی الٰہی کے اشارے سے اسے منظور فرمالیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت فاطمہ سے نکاح کا پیغام بھیجا، اس کے محرک اکابر صحابہ حضرت ابوبکر وعمر اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم تھے، انہیں حضرات نے حضرت علی کو اس طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت فاطمہ کے لیے کئی پیغام آئے ہیں؛ لیکن اب تک آپ نے کسی پیغام کو منظور نہیں فرمایا ہے، یہ تینوں حضرات مشورہ کرکے حضرت علی کی تلاش میں نکلے کہ انہیں اس کے لیے آمادہ کیا جائے، چنانچہ تلاش کے بعد جنگل میں ان سے ملاقات ہوئی، جہاں وہ اونٹ چرا رہے تھے، ان حضرات نے انہیں اس کی ترغیب دی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت فاطمہ کے لیے پیغام پیش کریں؛ اس لیے کہ وہ ان کے چچازاد بھائی اور پروردہ اور فیض یافتہ، بچپن سے ان کے ساتھ ہیں اور وہ انہیں بہت عزیز رکھتے ہیں، لیکن حضرت علی کو اپنے فقر، تنگ دستی اور بے سروسامانی کی وجہ سے اس کی جرأت نہیں ہو رہی تھی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جلال اور فطری حیا بھی مانع تھی، یہ بھی ہے کہ ان کی آزاد کردہ ایک باندی نے انہیں اس کی طرف توجہ دلائی، بہرحال ان روایات میں کوئی تضاد نہیں ہے، ممکن ہے ان سب نے انہیں اس کی طرف توجہ دلائی ہو۔ بہرحال حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی تنگ دستی اور بے سروسامانی کی وجہ سے حضرت فاطمہ سے نکاح کا پیغام دینے کے لیے تیار نہ تھے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے قریبی رشتہ، تعلقات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سابقہ احسانات کی بنا پر پھر اکابر صحابہ کرام کے اصرار پر انہوں نے اس کی ہمت کی اور اس مقصد سے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے؛ لیکن شرم کی وجہ سے اپنا مدعا پیش نہ کر سکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھانپ لیا اور دریافت فرمایا: کیا فاطمہ سے نکاح کا پیغام دینے آئے ہو حضرت علی نے اثبات میں جواب دیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مہر کے بارے میں دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کچھ ہے، تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں اے اللہ کے رسول تو آپ نے پوچھا کہ کہ تمہاری وہ زرہ کیا ہوگئی جو فلاں موقع سے تمہیں دی گئی تھی، یعنی غزوہ بدر کے بعد، تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ تو میرے پاس موجود ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہی زرہ فاطمہ کو مہر میں دیدو، چنانچہ حضرت علی جلدی سے جاکر وہ زرہ لے آئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ اسے فروخت کر دیں؛ تاکہ اس کی قیمت سے دلہن کو تیار کیا جائے اور سامان جہیز کا انتظام کیا جائے، چنانچہ وہ زرہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خرید لیا، قیمت 480 یا 470 درہم قرار پائی، یہ قیمت حضرت علی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد فرمائی، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ درہم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیا کہ وہ اس سے خوشبو، عطر اور زیب وزینت کا سامان خرید کر لائیں؛ تاکہ حضرت فاطمہ کو تیار کیا جائے اور باقی رقم حضرت ام سلمہ کے سپرد فرمائی کہ وہ اس سے سامان جہیز کا انتظام کرے، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے داماد حضرت عثمان نے وہ زرہ پھر حضرت علی کو ہدیہ کر دیا اور فرمایا کہ علی تم مرد مجاہد ہو یہ زرہ تمہارے پاس ہی رہنی چاہئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خادم خاص حضرت انس کو حکم دیا کہ وہ حضرت ابوبکر وعمر، عبدالرحمٰن بن عوف اور دیگر صحابہ کرام کو بلا لائیں، جب سب مسجد میں جمع ہوگئے تو آپ نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور انہیں گواہ بنا کر فرمایا کہ میں نے چار سو مثقال چاندی کے بدلے فاطمہ کا نکاح علی بن ابی طالب سے کر دیا اور زوجین کو مبارکباد دی اور ان کے لیے صالح اولاد کی دعا فرمائی اور ایک طبق کھجور سے حاضرین کی ضیافت فرمائی۔ (اصابہ: ۱۵۸/۸)

حضرت فاطمہ بڑی باعزیمت خاتون تھیں، وہ بہت سے حوادث اور مصائب سے گذریں؛ لیکن ہمیشہ صبر واستقامت اور تسلیم ورضا کو اپنا شعار بنایا، رنج وغم کو جھیلتی رہیں اور سنگین حالات اور آلام ومصائب کا پامردی اور ہمت وجرأت کے ساتھ سامنا کیا۔ جب قریش مکہ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خاندان بنی ہاشم کا سماجی بائیکاٹ ہوا اور آپ اپنے اہل وعیال اور اہل خاندان کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور ہوئے، اس وقت سیدہ فاطمہ کی عمر دس بارہ سال رہی ہوگی، اس مقاطعہ کا سلسلہ تین برسوں تک جاری رہا، بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے افراد کا کسی اور جگہ شادی بیاہ کرنا یا خرید وفروخت کرنا ممنوع قرار پایا، اس محاصرہ نے اتنی شدت اختیار کی کہ ببول کے پتے کھا کر گذارہ کرنے کی نوبت آئی، ان کے بچے بھوک سے روتے اور بلبلاتے تھے اور ان کے رونے کی آواز دور تک جاتی تھی، مگر دشمنوں کو رحم نہیں آتا تھا، اس زمانے میں بھی خفیہ طریقہ پر کھانے پینے کی کچھ چیزیں ان کے پاس پہنچ جاتی تھیں، ان سنگین حالات کا سامنا سیدہ زہرہ کو اپنی زندگی کے ابتدائی دور اور عنفوان شباب میں کرنا پڑا، جس سے ان کی صحت متأثر ہوئی اور زندگی بھر اس ضعف کا اثر باقی رہا، پھر محاصرہ ختم ہوا تو مشفق ماں نے داغ مفارقت دی؛ اس لیے کہ اس بائیکاٹ کا اثر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور خواجہ ابوطالب پر زیادہ ہوا، چونکہ وہ دونوں بوڑھے تھے، بوڑھاپے میں اس مصیبت اور فاقہ پر فاقہ کی وجہ سے وہ بالکل نڈھال ہوگئے اور حصار ختم ہوتے ہی دونوں اللہ کے پیارے ہوگئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت فرمائی، جس سے وقتی طور پر خاندان نبوت انتشار کا شکار ہوا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مدینہ میں قرار آیا تو آپ نے اپنے اہل خانہ کو مدینہ بلوالیا، ۱۰/ہجری میں اپنے عظیم والد کی وفات کا صدمہ جو سب سے زیادہ سنگین تھا، جس کے بعد وہ پھر بھی مسکراتے ہوئے نہیں دیکھی گئیں اور چھ ماہ کے بعد ہی اپنے رب اور اپنے والد سے جاملیں۔ اللہ ان کی قبر پر رحمت کی بارش برسائے اور ہماری خواتین کو ان کی پاکیزہ سیرت کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

ظفر اقبال

جو بھی انسان اس دنیا میں آتا ہے،اسے ایک نہ ایک دن اس دنیائے فانی سے جانا پڑتا ہے،وہ ادیب ہو یا شاعر،صحافی ہو یا فنکار،سیاست دان ہو یا دانشور یا کوئی عام انسان،لیکن جب کوئی ہر دل عزیز پُرخلوص شخصیت اس دنیا سے رخصت ہوتی ہے تو وہ اپنی خدمات اور اپنے کارناموں کی وجہ سے بڑی مشکل سے بھلائی جاتی ہے،اس طرح ایک نامور شخصیت اور شاعر مرزا اسداللہ خاں غالب بھی ہیں،یوں تو مرزا غالب کی پوری شاعری داد تحسین حاصل کرچکی ہے اوران کے ہزاروں اشعار لوگوں کی زبان پر ہیں،مگر یہاں صرف ان کے ایک شعر کوموضوع بحث بنایا گیا ہے۔

بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

آج ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کا انسان دشمن ہے،ہر آدمی ایک دوسرے کی گھات میں ہے،کہیں دولت کا جھگڑا ہے اور کہیں مکان کا،کہیں گاڑی کا جھگڑا اور کہیں کار کا،آپسی بھائی چارگی کا نام ونشان مٹ گیا ہے،مرزا غالب نے ان سب چیزوں سے متاثر ہوکر ہی اس چیز کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جس طرح سے اس دنیا میں کسی کام کا بغیر محنت ومشقت کے ہونا دشوار ہے،اسی طرح سے آدمی کو بھی یہ میسر نہیں کہ وہ بہت جلد انسان بن جائے،انسان بننے کے لیے آدمی کو کافی محنت اوروقت درکار ہے،اس بات کا اندازہ ہم محمد اقبال کے اس شعر سے لگا سکتے ہیں کہ!

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

انسان اشرف المخلوقات ہے،یہ تمام مخلوقات سے افضل ہے،تمام مخلوق پر انسان کوفوقیت دی گئی ہے،حتی کہ فرشتوں سے بھی انسان کو برتر قرار دیا گیا ہے،مگر انسان بننے میں کافی محنت درکار ہے، آئے دن ہم دیکھتے ہیں کہ کہیں مذہب کے نام پر فتنہ وفساد ہو رہا ہے اور کہیں فرقہ پرستی اپنی جڑیں مضبوط کررہی ہے،کہیں مظلوموں پر ظلم وستم کیا جارہا ہے اور کہیں غریبوں کو ستایا جارہا ہے،کہیں چوری ہورہی ہے اور کہیں رشوت عام ہورہی ہے،شراب نوشی اورزناکاری کے واقعات بھی آنکھوں کے سامنے ہیں، ہر طرف فتنہ وفساد ہے،یہ سب ایسی چیزیں ہیں،جن سے انسان بننا تو درکنار؛ بلکہ حیوان بھی شرماتے ہیں۔

کوئی بھی شاعر،ڈرامہ نگار،افسانہ نگار، ادیب اورنقاد سماج کا نبض شناس ہوتا ہے، وہ اپنے معاشرے میں پائی جانے والی برائیوں اوراچھائیوں سے خوب واقف ہوتا ہے اوران کو سامنے لانے کے لیے اپنے قلم اور کاغذ کا سہارا لیتا ہے اورتمام چیزوں کو سامنے لاتا ہے،جو سماج اور معاشرے میں پائی جاتی ہیں،مرزا غالب بھی بہت بڑے نبض شناس تھے اور بہت دور اندیش شاعر تھے۔’’آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا‘‘ سے ان کی مراد یہ ہے کہ خدانے انسان کو عقل،سوجھ بوجھ اور علوم وفنون کی دولت اسی لیے دی ہے کہ وہ خدا کو پہچانے اوراپنے علم ودانش سے عوام الناس کو فائدہ پہونچائے،مگر یہ نام نہاد عاقل ودانا لوگ ہوس کے شکار ہوگئے ہیں اوراپنی ذات کوسنوارنے میں لگے رہتے ہیں،صرف اورصرف اپنے مفاد کا خیال رکھتے ہیں اوران کی آنکھوں پر ہوس کے پردے پڑگئے ہیں اوروہ یہ بھول گئے ہیں کہ انہیں اس فیض وبرکت کو عام کرنا ہے جوخدا تعالیٰ نے انہیں عطا کیا ہے۔

انسانیت کا سب سے پہلا اور بڑا پہلو ہے اتفاق واتحاد،لفظ اتفاق سے ہر ایک واقف ہے،دنیا کا نظام اتحاد اوراتفاق لوگوں کے باہمی اشتراک سے چلتا ہے، انسان ایک سماجی حیوان ہے،وہ اپنے سماج میں اکیلا اورتنہا زندگی بسر نہیں کرسکتا ہے،انسان ہمیشہ ایک دوسرے کی مدد کا محتاج ہے،کائنات کا ذرہ ذرہ ہمیں اتحاد واتفاق کا درس دیتا ہے،قدرت بھی اتحاد واتفاق کے حق میں ہے،ایران کے مشہور شاعر اوردنیا کے بڑے مفکر سعدی شیرازی نے کیا خوب فرمایا ہے:

بنی آدم اعضائے یک دگراند
کہ در آفرینش ایک جوہراند
چو عضوئے بدرد آورد زرگار
دیگر عضو بارانماند فرار

سعدیؒ فرماتے ہیں کہ انسان ایک دوسرے کے اعضا کی طرح ہیں، کیوں کہ ان کوایک ہی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے،اگر زمانے میں انسان کے کسی عضو کوتکلیف ہوتی ہے تو دوسرے اعضا بھی اس تکلیف کی وجہ سے بے قرار ہوتے ہیں اور دردمحسوس کرتے ہیں۔تو ہمیں اس سے یہ سبق حاصل کرنا چاہئے کہ جب یہ حال ہے تو ایک قوم اورملک کے باشندے کیوں نہ اتحاد سے رہیں، انسانیت کی سب سے بڑی پہچان اتحاد واتفاق ہے۔ علامہ اقبال نے بھی اتحاد واتفاق کے بارے میں کچھ اس طرح سے کہا ہے:

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

انسانیت کی دوسری پہچان سچائی ہے، سچ بولنا ایک صفت ہے،جو انسان میں جرأت، ہمت، کردار،حوصلہ اور بہادری کے جذبات پیدا کرتا ہے، جھوٹ بولنا ایک گناہ کے علاوہ قومی، اخلاقی اور سماجی لحاظ سے بھی ایک بہت بڑا جرم ہے، سچائی زبان کا جوہر ہے، جو سچ بولتا ہے، اس کا دل پاک اورصاف ہوتا ہے،سچ بولنے والے شخص کو ایک معزز اور باعزت شخص تصور کیا جاتا ہے۔

انسانیت کی تیسری پہچان رواداری ہے، انسانی تہذیب کا تقاضا ہے کہ ہم انسانوں سے رواداری اورعدل کا سلوک کریں، رواداری کے مفہوم میں ایک طرف یہ داخل ہے کہ انسان دوسرے کے جذبات اورخیالات کو سمجھنے کا احترام کرے اوراپنی ذات میں اس درجہ وسعت پیدا کرے کہ اس میں دوسروں کا دکھ درد بھی سما سکے، دوسری طرف اس میں یہ صفت بھی شامل ہے کہ دوسرے انسانوں کی غلطیوں اورقصوروں کو جانچنے کی کوشش کرے اوراس بات کی فکر اور کوشش کرے کہ وہ کیا اسباب تھے، جنھوں نے اس شخص کو سیدھے راستے سے ہٹایا اورغلط راستے پر لگایا،رواداری انسانیت کا بہت اہم پہلو ہے اوراس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ اگر کسی انسان سے کہا جائے کہ مکمل تہذیب یافتہ کا تصور پیش کرو تو وہ اس کے خدوخال بنانے میں شاید سب سے پہلے رواداری کی صفت کو پیش کرے گا۔

انسانیت کی سب سے بڑی پہچان خوش اخلاقی ہے،دوسرے انسانوں کے ساتھ خندہ پیشانی اورمحبت سے پیش آنا ہی خوش اخلاقی ہے،بغیر خوش اخلاقی کے انسان کی شرافت مکمل اورکامل نہیں ہے۔انسان کتنا ہی شریف کیوں نہ ہو،اگر وہ خوش اخلاق نہیں ہے تو اس کی شرافت واقعی مشکوک سمجھی جائے گی، یہ بات بھی قابل غور ہے علم کی کمی عمل سے پوری ہوتی ہے اورعمل کی کمی خوش اخلاقی سے مکمل ہوتی ہے۔

مختصر یہ کہ سچائی، رواداری،خوش اخلاقی، اتفاق واتحاد اور ہمدردی وغیرہ انسان کے عضو کی مانند ہیں،اگر کسی انسان کا کوئی عضو نہیں ہے تو وہ جسمانی طور سے مکمل نہیں ہوگا،اسی طرح سے اگر کسی انسان کے مندرجہ ذیل پیش کئے گئے پہلو میں سے کوئی ایک نہ ہو تو مکمل انسانیت کا حقدار نہیں ہے۔مرزا غالب نے پوری انسانیت کواس شعر میں سمیٹ کر پیش کردیا ہے،آدمی کو بھی میسر نہیں انسان ہونا،اس مصرعے میں انہوں نے ان تمام پہلو کی طرف اشارہ کیا جو آدمی اورانسان میں تفاوت کرتے ہیں۔مرزا غالب ایک بہت بڑے شاعر اوردانش مند آدمی تھے،ایک طرف انہوں نے محبوب کی زلفوں، جام، ساقی، میخانہ، رندوسرور کا تذکرہ کیا ہے تو دوسری طرف ہمیں انسانیت کا درس بھی دیا ہے اور انسانی پہلو سے روشناس بھی کرایا ہے۔

تاریخ کی گواہی

اگر آپ تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو دیکھیں گے کہ تاریخ کے نشیب وفراز،قوموں کا عروج وزوال،پستی وبلندی کے مناظر،کامیابی وناکامی کی داستانیں،فتح وشکست کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ اللہ کے اسی وعدے کا منظرنامہ پیش کرتے ہیں،معلوم تاریخ میں کم ازکم 36 عظیم تہذیبوں کے اسی سفر کی کہانی ملتی ہے اورعروج کے وقت ہر تہذیب کو یہی گمان تھا کہ اب اس کا کوئی مقابلہ کرنے والا نہیں ہے: لیکن پھر چشم تاریخ نے دیکھا کہ اسے زوال،انتشار اور شکست کا سامنا کرنا پڑا، دوسری اقوام ابھریں اور’’تلک الأیام نداولھا بین الناس ‘‘ کا یہ سلسلہ برابر چلتا رہا اور چلتا رہے گا،حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ کتنے آگے ہیں جو پیچھے رہ جائیں گے اور کتنے پیچھے ہیں جو آگے نکل جائیں گے۔قرآن کہتا ہے کہ اسی طرح ہم قوموں کے درمیان اتار چڑھاؤ،کامیابی وناکامی اورزندگی اورموت کے دورلاتے رہتے ہیں،تاریخ سے صاف نظر آتا ہے کہ کوئی بھی دور ابدی یا مستقل نہیں، نہ کامیابی کودوام ہے اورنہ ناکامی کو،حالات برابر بدلتے ہیں،اس لیے کسی ایک صورت حال کے اوپر یہ سمجھ لینا کہ اب تو ہم بس پھنس گئے،اب کوئی راستہ نہیں،اب شکست ہمارا مقدر ہے اوردوسروں کے تابع دار بن کر ہی زندہ رہ سکتے ہیں، یہ ایک مغالطہ ہے،جس کی نگاہ تاریخ پر ہوگی،وہ کبھی بھی اس غلط فہمی کا شکار نہیں ہوسکتا۔

پوری تاریخ کو چھوڑ دیجئے، بہت سے لوگ آج موجود ہیں، میں خود بھی اپنے آپ کو ان میں شامل کرتا ہوں،جنھوں نے چشم سر سے دیکھا کہ سلطنت برطانیہ کا ایک زمانہ میں دبدبہ تھا،اسے دنیا کی حکمران قوت ہونے کا زعم تھا،غلبہ وبالادستی کو وہ اپنا مقدر سمجھتی تھی اورغرور کا یہ حال تھا کہ اس نے انگریزی زبان میں اس محاورہ کا اضافہ کیا کہ’’ Sun is never set in British Empire‘‘۔چونکہ دنیا کی چوتھائی سرزمین پر اس کی حکمرانی تھی،اس لیے اس کا دعویٰ تھا کہ ہماری حکمرانی میں کبھی سورج غروب نہیں ہوتا،ایک جگہ سے غروب ہوتا ہے تو دوسری جگہ سے ابھر جاتا ہے؛ لیکن پھر ہم نے دیکھا کہ چند ہی سالوں میں اس کی سلطنت قصۂ پارینہ بن گئی اور کیفیت یہ ہوئی کہ وہ ایک سپر پاور سے سکڑ کر صرف ڈیڑھ جزیرے کی حکومت رہ گئی اوراب تو عالم یہ ہے کہ ہفتوں اس کی قلمرو میں سورج طلوع نہیں ہوتا،اسی طرح دولت برطانیہ نے انگریزی زبان میں اس محاورے کا اضافہ کیا کہ Britannia rules the waves یعنی برطانیہ کوحکومت چھوڑنا پڑی اور سمندر اس کی گرفت سے نکل گیا تو یہ ہیں وہ نشیب وفراز جن میں مغرور کے طلسم کا ٹوٹنا اورمظلوم کا بالاتر قوت بن جانا،یہ سب مناظر دیکھے جاسکتے ہیں۔ابھی کی بات ہے کہ امریکہ اوراشتراکی روس دونوں بڑی طاقتیں تھیں اوردونوں ایک دوسرے سے پنجہ آزمائی کررہی تھیں،کیا آپ بھول گئے کہ روس کے سربراہ مملکت خروش چیف اقوام متحدہ کے ہال میں میز پر اپنے جوتے رکھ کر کہتا ہے کہ میں یہاں سرمایہ داری کا جنازہ نکالنے آیا ہوں اور پھر آپ نے دیکھا کہ کس طرح روس منتشر ہوجاتا ہے،گویا کہ محض ایک خاص موقعے پر کسی کا حاوی ہونا کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کو ابدی سمجھا جائے،اقتدار،غلبہ اورقوت سب بڑی وقتی اور عارضی چیزیں ہیں،ہم نے خود اس کا نظارہ کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ ایسے ابھی اور بہت سے تجربات اورمناظر ہم اورآپ دیکھیں گے؛اس لیے یہ سمجھ لینا کہ اس وقت فلاں غالب ہے تو وہی غالب رہے گا، درست نہیں۔

اپنے ملک کی تاریخ بھی آپ دیکھ لیجئے، کیا یہ حقیقت نہیں کہ ایک سرپھرے آمر اسکندر مرزا نے مکمل اقتدار کے زعم میں برسر اقتدار آنے کے بعد پہلا بیان دیا تھا کہ ہم ان لوگوں کو کشتیوں میں بٹھا کر سمندر پار بھیج دیں گے؛ لیکن اللہ کی قدرت کو آپ نے دیکھا کہ لوگ تو الحمدللہ وہیں ہیں،خود اس کو ایک مہینہ کے اندر ملک چھوڑنا پڑا۔یہاں کون تھا جس نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہماری کرسی مضبوط ہے اوراس کو کوئی نہیں ہلاسکتا،لیکن کون سی کرسی ہے جو باقی رہ گئی،آپ چاہے وسیع تر تاریخ کے پس منظر میں دیکھیں، اپنے دور کے عالمی سطح پر رونما ہونے والے نشیب وفراز کو دیکھیں اور خواہ آپ اپنے ملک میں رونما ہونے والی تبدیلیوں پر غور کریں، کہیں بھی مایوسی کے لیے کوئی وجہ جواز نظر نہیں آتی،اس سے انکار نہیں کہ تاریکی آتی ہے، شکستیں بھی ہوتی ہیں؛ لیکن ہر نشیب کے بعد فراز اور ہر شکست کے بعد کامیابی کا امکان بھی رونما ہوتا ہے۔ہمیں چیزوں کو ان کے حقیقی پس منظر میں دیکھنا چاہئے اوراس کی روشنی میں پھر ہمیں اپنا رویہ اوراپنا کردار متعین کرنا چاہئے۔

s\MD ASADULLAH\Downloads\naqueeb 08.01.2018 (1).inp 21/04/39 06:58 & PAGE 7 (1,1)

مسلم سماج میں قیادت کا مسئلہ

سلمان خورشید سابق مرکزی وزیر (روزنامہ ہندوستان ۵/ جنوری ۲۰۱۸)
ترجمہ : سید محمد عادل فریدی

گذشتہ پانچ سالوں میں ملک میں دھیرے دھیرے جس طرح سے فرقہ وارانہ طاقتوں نے اپنے قدم جمائے ہیں، اس سے جہاں ملک کے بنیادی اقدار ونظریات پر خطرہ آیا ہی ہے، وہیں دوسری جانب سیکولر نظریات کی حامل عوام خاص طور پر مسلمان ایک غیر یقینی کیفیت میں ڈوبی ہوئی خاموشی اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ فرقہ وارانہ فسادات اور روزمرہ کی زندگی میں آپسی رنجش اور نفرت کے چھٹ پٹ واقعات پہلے بھی ہوا کرتے تھے، ایسی شکایتیں بھی ہوتی تھیں کہ سیکولر حکومتیں ان سے نمٹنے اور جان مال کے نقصان کی بھرپائی کے لیے مناسب اقدامات نہیں کرتی ہیں۔ مگر بابری مسجد کی شہادت کے بعد ممبئی اور ملک کے شمالی حصے میں جیسا فرقہ وارانہ فساد ہوا وہ تقسیم ہند کے دوران ہونے والے فسادات کے بعد کی سب سے بدترین تصویر تھی۔ یقینی طور پر وہ ایک ایسے ردعمل کا نتیجہ تھا، جس کی مذمت کی جانی چاہئے۔ ان فسادات نے دہشت گردی کی دنیا میں ایک نئی تاریخ رقم کرتے ہوئے پوری دنیا کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ ہمیں سمجھنا ہوگا کہ ممبئی حملوں میں یا بٹلہ ہاؤس انکاؤنٹر میں جو دہشت گردانہ کارستانی دکھائی دی تھی اس کا تعلق کسی نہ کسی درجہ ماضی کی وجوہات سے ضرور تھا۔ افسوس کی بات ہے کہ جب اس کی حمایت میں بات ہوتی ہے تو مخالفت اور احتجاج شروع ہو جاتا ہے اور دہشت گردوں سے ہمدردی رکھنے کے الزامات لگا جاتے ہیں۔ مار کاٹ، قتل وغارت گردی اور دہشت گردی سے بنیادی طور پر کوئی بھی انسان نفرت ہی کرتا ہے، پھر بھی اگر کوئی اس کی طرف بڑھتا ہے تو انصاف اور عدلیہ کی ناکامی بھی اس کی ایک وجہ ہوسکتی ہے۔ مگر دہشت اور تباہی کی کہانی بننے والے اس غصے کو سمجھنے کی جب جب کوشش کی جاتی ہے تو اس کو ملک سے غداری اور بغاوت کی شکل میں مشتہر کیا جاتا ہے، ایسے میں کیسے مان لیا جائے کہ ہم کبھی سمجھ پائیں گے کہ کیا غلط ہو رہا ہے؟ اور ایسی حالت میں ہم اس بڑے خطرے کو آخر کیسے ختم کر پائیں گے جو صرف اور صرف تباہی کو دعوت دیتا ہے؟

یہ سچ مچ افسوسناک ہے کہ دنیا کے کئی حصوں میں دہشت گردانہ واقعات کو اسلام سے منسلک کر دیا جاتا ہے، مگر ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ فلسطین میں ہتھیار اٹھانے والوں اور لیلیٰ خالد کے رشتے بھی اسلام سے ہی ہیں، لیکن غالباً یہودیوں کو چھوڑ کر دنیا میں کہیں بھی ان کو نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا ہے، اتنا ہی نہیں دنیا کا کوئی بھی مسلمان اوسامہ بن لادن یا آئی ایس آئی ایس کی کرتوتوں کو معاف کر پائے۔ اس سے انکار نہیں ہے کہ کچھ سر پھرے لوگ یا غارت گر ہیں جو اسلام کے نام پر غارت گری کرتے ہیں، لیکن اس سے یہ مذہب تو ویسا نہیں بن جاتا ہے جیسا کہ کچھ لوگ اس کو دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اپنے سیاسی اغراض کو پورا کرنے کے لیے اس کی غلط تشریح کرنا یا اس کے اصولوں کا بیجا استعمال کر کے دنیا کے ایک عظیم الشان اور مساوات کے پیغامبر مذہب کا دشمن بن جانا مناسب نہیں ہے۔ وجود کی بقا اور ترقی کے لیے ہمیں سب کو ساتھ لے کر چلنے کی ضرورت ہے، کسی ٹکراؤ یا مقابلہ کی نہیں۔ ذاتی ایجنڈے کے لیے اسلام کو ولن کے طور پر پیش کرنے والے دراصل انہیں لوگوں کی طرح ہیں جو اس کا اپنے مفاد میں گھٹیا اور نامناسب استعمال کرتے ہیں۔

ایک دور تھا جب عالمی اسٹیج پر ہندوستان کھل کر اپنی رائے ظاہر کرتا تھا، اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ دنیا میں مسلمانوں کی دوسری سب سے بڑی آبادی ہمارے یہاں بستی ہے، بلکہ اس کی کئی دوسری وجوہات تھیں، ہندوستان کی رائے کو مناسب توجہ دی جاتی تھی، مگر جب ملک کے اندر ہی مسلمانوں کے ساتھ ایماندارانہ اور منصفانہ رویہ روا نہیں رکھا جائے گا تو آخر ہم کیسے عالمی معاملوں میں کھل کر اپنی بات رکھ سکتے ہیں؟ اگر ملک میں مسلمانوں کی آواز دبائی جائے گی تو ہم کیا بین الاقوامی اسٹیج پر ایک قابل اعتماد اور بھروسہ مند آواز بن سکیں گے؟ اسی لیے فلسطین، عراق، ایران، افغانستان، گلف کوآپریشن کاؤنسل، سیریا (شام)، آرگنائزیشن آف اسلامک کوآپریشن اب کسی واقعہ پر ردعمل کا اظہار کرنے کے لیے ہندوستان کے رخ کا انتظار نہیں کرتے۔ روس اب ہم سے کوئی صلاح مشورہ نہیں کرتا اور امریکہ بھی دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ میں صرف ہمارا تعاون چاہتا ہے، لیکن ہمارے یہاں کی دہشت گردانہ واردات کی صورت میں وہ کوئی مدد کرنا نہیں چاہتا۔

سچ یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں نے تقسیم وطن کے وقت پاکستان کے بجائے ہندوستان کو اپنے ملک کے طور پر منتخب کیا تھا، انہوں نے جناح ولیاقت علی خان کے بجائے گاندھی اور نہرو پر بھروسہ کیا، ملک کے لیے قربانیاں دیں، بریگیڈیر عثمان، حولدار عبدالحمید سے لے کر لیفٹیننٹ حنیف الدین تک سیکڑوں نہیں ہزاروں ایسی مثالیں ہیں، جنہوں نے اس ملک کی تعمیر اور بقا وتحفظ کے لیے اپنا سب کچھ نچھاور کر دیا۔ مگر آج ہندوستانی مسلمان قیادت کے فقدان سے دوچار ہے اور اس کی آواز بند کر دی گئی ہے، ان کی زبانیں کاٹی جا رہی ہیں اور حروف کچلے جا رہے ہیں، انہوں نے اپنے لیے ایک نئی سرحد کھینچ لی ہے اور اسی قید میں جینے لگے ہیں۔ جو سیاسی پارٹیاں کئی دہائیوں سے مسلمانوں کی مدد سے اپنی سیاسی جمع پونجی حاصل کرتی رہی ہیں وہ بھی اب محتاط ہو کر نئی حکمت عملی بنانے میں لگ گئی ہیں۔ جمہوری ہندوستان کی بنیاد رکھنے والوں نے بنیادی اصولوں کا ایک دستاویز (آئین) ہمیں سونپا ہے، اس میں تمام مخالف قوتوں سے ٹکرانے اور جیتنے کی صلاحیت ہے، یہ برسوں سے ثابت بھی ہوتا آ رہا ہے، مگر جب ہم اپنی اس صلاحیت پر ہی بھروسہ کھو دیں گے تو ظاہری طور پر مخالف طاقتیں جیت جائیں گی۔ مشکل یہ ہے کہ مسلمان جس مصیبت کا سامنا کر رہے ہیں وہ ان کی نمائندگی کر رہے رہنماؤں کو لے کر کہیں زیادہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ رسمی طور پر ان کو بجائے مسلمان لیڈر سمجھنے کے مسلمانوں کا لیڈر سمجھ لیا جاتا ہے۔ دلت واو بی سی لیڈروں کے برخلاف پہلے مسلمان لیڈروں کی شبیہ عوام کے سامنے خراب کی جاتی ہے، پھر ان کو تعصب پرست اور فرقہ پرست قرار دے دیا جاتا ہے۔ اس دوران خود ان کی قوم کے لوگ بھی ان کی قیادت پر اور ان قیادت کے پیچھے ان کی منشاء پر سوال اٹھاتے رہتے ہیں۔ ۲۰۱۷ء کا گجرات الیکشن اس کی تازہ مثال ہے، اس میں دکھائی دیا کہ کس طرح انصاف کے لیے ذات اور مساوات کے لیے اکثریتی مذہب کے استعمال کو تو مناسب سمجھا گیا لیکن اقلیتوں کے لیے مساوات اور غیر جانب داری پر توجہ نہیں دی گئی۔ ہندوستان یقینی طور پر پاکستان سے زیادہ مضبوط رہے گا، لیکن کیا آنے والے وقت میں ہم سیاست میں بھی اس سے کہیں زیادہ سمجھداری یا عظمت کا دعویٰ کر سکیں گے؟ ماضی میں اینٹی نیشنلزم نے ملک کے اتحاد کو کمزور کیا تھا، موجودہ ہندوستان کا نام نہاد نیشنلزم ایک نیا خطرہ بن کر ابھرا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا اس کو کامیاب ہونے دینا چاہئے؟؟؟

تین طلاق پر من مانا قانون

رندیپ سنگھ سرجے والا (روزنامہ دینک جاگرن ۳/ جنوری ۲۰۱۸)
ترجمہ : سید محمد عادل فریدی

مرکز کی بی جے پی حکومت کی مانیں تو تین طلاق یعنی طلاق بدعت کے خلاف قانون لانے کا واحد مقصد مسلم خواتین کو انصاف دلانا ہے، اس قانون سے متعلق بل تین طلاق کو غیر قانونی قرار دینے والے سپریم کورٹ کے فیصلے کو دہراتا ہے، لیکن مسلم خواتین اور بچوں کی حمایت اور ان کے عزت کے ساتھ زندگی گذارنے کی بنیادی کسوٹی پر کھرا نہیں اترتا ہے۔ بی جے پی سرکار کے قول وفعل میں ہمیشہ سے فرق رہا ہے، یہ قانون بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ مبینہ ''نا انصافی'' کو ختم کرنے والا یہ بل بند دروازے کے پیچھے تیار کیا گیا اور اس کو تیار کرنے میں کچھ خاص وزراء اور چہیتے افسران کے علاوہ خواتین کے کسی گرپ یا تنظیم سے مشورہ نہیں لیا گیا۔ اس کے بارے میں پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں خود حکومت نے اس کی تصدیق کی کہ کسی سے مشورہ نہیں لیا گیا ہے۔ یہ سب اس کے باوجود ہوا کہ بی جے پی کی جانب سے زور شور سے یہ بات پھیلائی گئی کہ وزیر اعظم نریندر مودی اس معاملہ میں بہت ہی حساس ہیں۔ دراصل یہ بل بی جے پی سرکار کے غرور اور اس کے متکبرانہ رویہ کی ایک مثال ہے۔ واضح رہے کہ اس سرکار کے ذریعہ پیش کیے گئے بیس فیصد سے بھی کم قانون ہی رائے مشورے کے لیے پارلیمنٹری کمیٹی کے پاس گئے ہیں۔ جب کہ یو پی اے حکومت کے زمانے میں ۸۰ فیصد قانون پارلیمنٹری کمیٹی کے ذریعہ عوام کی رائے لینے کے بعد پیش کیے جاتے تھے۔ تین طلاق پر قانون بنانے کے لیے بل کو جس من مانے طریقہ سے تیار کر آناً فاناً پیش کیا گیا ہے، وہ سابقہ یو پی اے سرکار کے ذریعہ قانون لانے سے پہلے لازمی طور پر رائے مشورہ کرنے والے ضابطہ کی خلاف ورزی ہے۔ نریندر مودی کے چار سالوں کے دور حکومت میں ایک بات تو صاف ہے کہ قانون بنانے کے معاملہ میں ان کا رویہ من مانا ہے۔ اگر ہم وزیر قانون کے ذریعہ بیان کیے گئے بڑے بڑے مقاصد کو دیکھتے ہیں تو اس سے یہ صاف ہو جاتا ہے کہ یہ مسلم خواتین کو انصاف دلانے کے لیے نہیں بلکہ سیاسی فائدہ حاصل کرنے کے لیے بنایا جانے والا قانون ہے۔ جس انداز میں اس قانون کا مسودہ تیار کیا گیا ہے، اس سے مسلم خواتین کو یا بچوں کو کوئی فائدہ حاصل ہونے والا نہیں ہے۔ اس معاملہ میں کانگریس کا موقف بالکل صاف ہے کہ سپریم کورٹ کے فیصلہ پر عمل ہونا چاہئے، کوئی قانون بنانے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ اس بل کے مسودہ سے کچھ چیزیں صاف ہوئیں ایک تو بی جے پی سرکار کا نوسکھیا پن اور دوسرا یہ کہ صرف سات دفعات والا یہ قانون ایک بے فائدہ کوشش ثابت ہونے جا رہا ہے۔ اس بل میں صرف دو چیزیں ہیں ایک تو تین طلاق پر تین سال کی سزا اور طلاق شدہ عورت اور اس کے بچے کے لیے نفقہ، اور ان دو چیزوں سے ہی بی جے پی یہ بیان بازی کر رہی ہے کہ ہم نے مسلم عورتوں کو انصاف دلا دیا، لیکن حقیقی نتیجہ اس کے برخلاف ہے۔ نہ تو بل میں نفقہ کی تشریح کی گئی ہے، نہ یہ بتایا گیا کہ نفقہ کتنا ہوگا؟ نہ یہ بتایا گیا کہ جیل جانے پر وہ کس طرح نفقہ ادا کرے گا؟ اگر شوہر کے پاس کوئی جائداد نہیں ہے اور نہ آمدنی کا کوئی دوسرا ذریعہ ویسی صورت میں بیوی اور بچے کا خرچ کون اٹھائے گا؟ یہ سارے سوال کانگریس پارٹی نے لوک سبھا میں بی جے پی حکومت سے پوچھے، لیکن زمینی حقیقت سے بے خبر سرکار نے ان کا جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی یہ گھمنڈ نہیں تو اور کیا ہے؟ وزیر قانون نے نفقہ کے تعلق سے پوچھے گئے سوال کے جواب میں کہا کہ اس کو کورٹ طے کرے گا؟ کیا یہ جواب کافی ہے، کیا بل میں ہی اس کی وضاحت نہیں ہونی چاہئے تھی؟ ساتھ ہی تین طلاق کو ثابت کرنے کی ذمہ داری عورت پر چھوڑ دی گئی ہے، اس کا نتیجہ یہی ہو گا کہ عام مسلم خاتون کو لمبے وقت تک مقدمہ بازی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کانگریس نے سفارش کی تھی کہ یہ ذمہ داری شوہر کی ہونی چاہئے کہ وہ خود ثابت کرے کہ اس نے ایک جھٹکے میں تین طلاق نہیں دی ہے، لیکن جھوٹی واہ واہی لوٹنے میں مشغول بی جے پی سرکار پر ان مثبت مشوروں کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ قانون کے ماہرین کا کہنا ہے کہ کوئی بھی قانونی حق اتنا ہی اثر انداز ہوتا ہے جتنا موثر اس کو نافذ کرنے کا طریقۂ کار۔

بی جے پی آر ایس ایس خیمے میں جب جھوٹے جشن کا یہ ماحول ٹھنڈا پڑے گا تب سب جانیں گے کہ تین طلاق کو روکنے والا یہ قانون مسلم خواتین کے ساتھ انصاف کی کسوٹی پر کھرا اترتا ہے یا نہیں، جس کے لیے سیاسی ترکش کے سبھی تیروں کا اس طرح استعمال کیا گیا۔

s\MD ASADULLAH\Downloads\naqueeb 08.01.2018 (1).inp 21/04/39 06:58 & PAGE 8 (1,1)

اخبارِ جہاں

سید محمد عادل فریدی

بزنس، روزگار و کیریئر

ایران کے پانچ اداروں پر امریکی پابندی عائد

امریکہ نے ایرانی بیلسٹک میزائل پروگرام اور ترقی سے متعلق ایک صنعتی کمپنی سے وابستہ ایران کے پانچ اداروں پر پابندی لگا دی ہے۔امریکی محکمہ خزانہ کے سکریٹری اسٹیوین مچین نے کل ایک بیان میں کہا کہ یہ پابندی ایران کے بیلسٹک میزائل پروگرام میں شامل اداروں کو ہدف بنا کر لگائی گئی ہے۔ایرانی حکومت لوگوں کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے سے زیادہ ترجیح میزائل پروگرام کو دیتی ہے۔(یو این آئی)

امریکہ نے پاکستان کی فوجی امداد روک دی

امریکہ نے افغان طالبان اور حقانی نیٹ ورک کے خلاف ناکافی کارروائی کے سلسلے میں پاکستان کی ۲۵۵/ملین ڈالر کی فوجی امداد پر روک لگا دی ہے۔امریکی محکمہ خارجہ نے کل کہا کہ امریکہ سمجھتا ہے کہ ان دہشت گرد تنظیموں کے خلاف خاطر خواہ کارروائی نہیں ہونے سے علاقے میں عدم استحکام بڑھ رہا ہے۔امریکہ نے کہا ہے کہ جب تک ان دہشت گرد تنظیموں پر کارروائی نہیں ہوتی تب تک فوجی امداد ملتوی رہے گی۔(یو این آئی)

شرمندگی سے بہتر ہے کہ ہم امریکی امداد کو خدا حافظ کہہ دیں، شہباز شریف

وزیراعلیٰ پنجاب شہباز شریف کا کہنا ہے کہ ہمیں امریکہ یا کسی ملک سے لڑائی نہیں لڑنی اور دن رات شرمندہ ہونے سے بہتر ہے کہ ہم ایسی مدد کو خدا حافظ کہہ دیں۔لاہور میں ایک تقریب کے دوران شہباز شریف کا کہنا تھا کہ جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے دہشت گردی کی کارروائیوں پر قابو پانے میں مدد ملے گی، سیف سٹی پراجیکٹ کے لیے ماہرین کی خدمات حاصل کی گئی ہیں، اس سے شہریوں کو اسٹریٹ کرائم سے بچایا جاسکے گا، سیف سٹی پراجیکٹ کو پنجاب کے دیگر شہروں تک پہنچائیں گے۔

شہباز شریف نے کہا کہ عزت اور وقار سے زندگی گزارنے والی قومیں ہی زندہ رہتی ہیں، کشکول اور مانگے تانگے کی زندگی میں عزت نہیں ملتی، ایسی ذلت کی زندگی سے موت بہتر ہے۔(نیوز ایکسپریس پی کے)

شمالی کوریا کو جنوبی کوریا سے بات چیت کی دعوت قبول

شمالی کوریا نے اگلے ہفتے مجوزہ اعلی سطح کی بات چیت کے لئے جنوبی کوریا کی دعوت قبول کرلی ہے۔بی بی سی نیوز نے جنوبی کوریا کے حکام کے حوالے سے یہ اطلاع دی ہے۔یہ دعوت جمعہ کی صبح فیکس کے ذریعے بھیجی گئی تھی۔

نائجیریا میں مسجد پر خودکش حملہ؛ ۱۴/افراد جاں بحق

نائجیریا میں مسجد پر خودکش حملے میں کم از کم 14 افراد جاں بحق ہوگئے ہیں۔غیر ملکی خبر رساں ادارے کے مطابق کیمرون کی سرحد سے متصل نائجریا کے قصبے گمبوروکی مسجد میں عین اس وقت خودکش حملہ ہوا جب لوگ نماز فجر کی تیاری کررہے تھے۔مقامی افراد کا کہنا ہے کہ دھماکے سے مسجد کو بری طرح نقصان پہنچا ہے اور مسجد میں موجود موذن کے علاوہ کوئی بھی شخص نہیں بچ سکا، ملبے سے اب تک 14 افراد کی لاشیں نکالی جاچکی ہیں اور مزید کئی افراد کے ملبے تلے دبے ہونے کا خدشہ ہے۔حملے کی ذمہ داری تاحال کسی نے قبول نہیں کی تاہم مقامی لوگوں اور حکام کا کہنا ہے کہ اس واقعے میں شدت پسند تنظیم بوکوحرام ہی ملوث ہے۔(نیوز ایکسپریس پی کے)

ناروے کی متحدہ عرب امارات کو ہتھیاروں کی فراہمی معطل

ناروے نے متحدہ عرب امارات کو ہتھیاروں اور بارودی مواد کی فراہمی معطل کردی ہے۔ناروے کی وزارتِ خارجہ کے مطابق اس فیصلہ اس خدشہ کے پیشِ نظر کیا گیا ہے کہ یہ ہتھیار یمن میں جاری لڑائی کے دوران استعمال کیے جاسکتے ہیں۔یمن سنہ 2015 میں سعودی عرب کی قیادت میں قائم اتحاد کا حصہ ہے جبکہ یمن کے حوثی باغیوں کو ایران کی حمایت حاصل ہے۔(بی بی سی لندن)

جنوبی افریقہ میں مسافر ٹرین اور ٹرک کی ٹکر میں 12 افراد ہلاک

جنوبی افریقہ میں جمعرات کے روز ایک مسافر ٹرین کی ایک ٹرک سے ٹکرا گئی جس سے کم از کم ۱۲/مسافر ہلاک ہوگئے۔ریل گاڑی سے ٹکرانے کے بعد اس کے ایک حصے میں آگ بھڑک اٹھی جس سے مسافروں میں خوف وہراس پھیل گیا اور انہوں نے جان بچانے اور اپنا سامان ڈھونڈنے کے لیے بھاگنا دوڑنا شروع کردیا۔اس حادثے میں ۱۲/افراد ہلاک اور ۲۶۸/زخمی ہوئے، جن میں سے ۴ کی حالت نازک ہے۔ہلاکتوں میں مزید اضافہ ہوسکتا ہے۔حادثے کا شکار ہونے والی مسافر ٹرین پر ۴۲۹/افراد سوار تھے اور وہ پورٹ الزبتھ سے ملک کے اہم کاروباری مرکز جوہانسبرگ جارہی تھی۔(وائس آف امریکہ)

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں چھ نئے غیر مستقل ارکان کا انتخاب

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے چھ نئے غیر مستقل ارکان کا خیر مقدم کیا ہے، جن کا تعلق اکوٹوریل گنی، آئیوری کوسٹ، کویت، نیدرلینڈز، پیرو اور پولینڈ سے ہے۔اِن چھ نئے ملکوں کو جنرل اسمبلی کے 193 ارکان نے دو سال کی میعاد کے لیے منتخب کیا ہے۔اقوام متحدہ کے طاقتور ترین ادارے پر مامور رہنے کے دوران اِن ارکان کو بین الاقوامی امن اور سکیورٹی کے معاملات سے نبرد آزما ہونے کے حوالے سے مؤثر آواز حاصل ہوگا۔قزاقستان کے ایلچی، خیرات عمروف جنھوں نے میعاد کی اپنی باری پر جنوری میں صدارت کا عہدہ سنبھالا ہے، کونسل کے ارکان کی ایک خصوصی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''امن اور سلامتی کا حصول مشکل کام ہے''۔اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے 15 ارکان ہیں، جن میں سے پانچ (چین، فرانس، روس، برطانیہ اور امریکہ) مستقل ارکان ہیں جنھیں ویٹو کا اختیار حاصل ہے۔(وائس آف امریکہ)

نامور بزنس مین وجئے مالیا اشتہاری مجرم قرار

نامور بزنس مین وجے مالیا کو نئی دہلی کی ایک عدالت نے اُن پر عائد الزامات کی جواب دہی کے لیے حاضر نہ ہونے کی پاداش میں اشتہاری مجرم قرار دے دیا ہے۔مالیا پر غیر ملکی کرنسی کی منی لانڈرنگ کا الزام ہے۔اس عدالتی فیصلے کے بعد حکومت کے لیے وجے مالیا کے کاروبار اور جائداد کی کرکی کا راستہ کھل گیا ہے۔غیر ملکی خبر رساں ایجنسیوں کے مطابق وجے مالیا اس وقت لندن میں ہیں جہاں ایک عدالتی سماعت میں اس بات کا فیصلہ کیا جارہا ہے کہ انہیں بھارتی درخواست پر بھارت کے حوالے کیا جائے یا نہیں۔

۶۱/سالہ وجے مالیا چند برس قبل تک ملک کے کامیاب ترین کاروباری شخصیت مانے جاتے تھے۔انہوں نے کنگ فشر کے نام سے بیئر کے کاروبار کے علاوہ فارمولا ون اور ایئر لائن کے کاروبار میں بھی سرمایہ کاری کررکھی تھی۔وہ ایف ون ٹیم فورس انڈیا کے شریک مالک جبکہ انڈین پریمیئر لیگ کی ٹیم رائل چیلینجرز بنگلور کے مالک ہیں۔مالیا پر الزام ہے کہ انہوں نے لندن اور دیگر مغربی ممالک میں ہوئی فارمولا ون ورلڈ چیمپئن شپ کے دوران ایک برطانوی کمپنی کو دو لاکھ ڈالر ادا کیے تھے تاکہ وہ ان کی کمپنی کنگ فشر کا لوگو تشہیر کے لیے استعمال کریں۔بھارتی حکام کے مطابق انہوں نے یہ ادائیگی قانون کے مطابق ملک کے مرکزی بینک کی اجازت کے بغیر کی تھی۔(بحوالہ dw.com)

بینکوں کے ذریعہ سکے نہیں قبول کرنے پر حکومت سے شکایت

حکومت نے کہا ہے کہ عام لوگوں کی جانب سے یہ شکایت آرہی ہے کہ بینکوں کے ذریعہ سکے قبول نہیں کیے جا رہے ہیں، ریاستی وزیر خزانہ شیو پرتاپ شکلا نے پارلیامنٹ میں ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ ریزرو بینک نے بتایا ہے کہ اس کو عام لوگوں کی شکایتیں موصول ہوئی ہیں کہ بینک سکے قبول نہیں کررہے ہیں، حالانکہ انہوں نے کسی خاص بینک کا نام نہیں لیا ہے۔وزیر موصوف نے بتایا کہ ریزرو بینک کو ہدایات دی گئی ہیں کہ وہ عام لوگوں سے سکے لینے کے لیے مختلف جگہوں پر اپنے کاؤنٹر کھولیں اور سبھی بینکوں کو ہدایت دیں کہ لوگوں سے سکے بھی لیے جائیں۔(این ڈی ٹی وی نیوز سروس)

۳۸۵ آئی ٹی آئی کالجوں کی منظوری رد

مرکزی حکومت نے ملک کے ۳۸۵ آئی ٹی آئی کالجوں کی منظوری رد کردی ہے۔ڈائرکٹر جنرل آف ٹریننگ نے خبر دی کہ جن آئی ٹی آئی کالجوں کی منظوری رد کی گئی ہے، اس میں پنجاب، اڈیشہ، راجستھان، مدھیہ پردیش، کرناٹک، تمل ناڈو اور کیرلا جیسی ریاستوں کے آئی ٹی آئی کالج شامل ہیں۔یہ وہ آئی ٹی آئی کالج ہیں، جو پچھلے پانچ سالوں سے صحیح کام نہیں کررہے تھے اور حکومت کی جانب سے طے کی گئی شرطوں پر کھرے نہیں اتر رہے تھے۔(ایجنسی)

بٹ کوائن کا استعمال حرام؛ مفتی اعظم مصر

مصر کے مفتی اعظم شوقی ابراہیم عبدالکریم نے ڈیجیٹل کرنسی ''بٹ کوائن'' یا اس جیسی دیگر کرپٹو کرنسی کے استعمال کو حرام قرار دیا ہے۔مفتی اعظم مصر نے اپنے ایک فتویٰ میں کہا ہے کہ انٹرنیٹ کے ذریعہ آن لائن لین دین اور سرمایہ کاری میں استعمال ہونے والی کرنسی بٹ کوائن حرام ہے، فتوے میں کہا گیا ہے کہ بٹ کوائن کے ذریعہ خریداری اور لین دین میں نقصان سمیت کئی حوالوں سے اس کا استعمال شریعت میں جائز نہیں ہے۔مفتی اعظم مصر شوقی ابراہیم عبدالکریم نے کہا کہ سائبر کرنسی ہونے کی وجہ سے کوئی بھی باآسانی دھوکہ کا شکار ہوسکتا ہے، اس کے علاوہ قیمتوں میں تیزی سے اتار چڑھاؤ کے باعث کسی بھی شخص یا قوم کو نقصان پہونچ سکتا ہے، واضح رہے کہ بٹ کوائن ایک ایسی کرنسی ہے، جس کا حقیقت میں کوئی وجود نہیں ہے، بلکہ یہ صرف انٹرنیٹ کے ذریعہ آن لائن لین دین اور سرمایہ کاری ہی میں استعمال ہوتی ہے، علاوہ ازیں یہ کسی ملک کی سرکاری کرنسی بھی نہیں ہے، جبکہ دنیا کہ بیشتر بینک بٹ کوائن کو بطور کرنسی قبول نہیں کرتے ہیں۔واضح ہو کہ دارالعلوم کراچی اور دارالعلوم دیوبند سے بھی بٹ کوائن میں سرمایہ کاری کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا جاچکا ہے اور اب مصر کے مفتی اعظم نے بھی اپنے فتویٰ میں اس کو حرام قرار دیا ہے۔

تین طلاق سے متعلق بل نہیں ہوسکا پاس، راجیہ سبھا کی کارروائی غیر معینہ مدت کیلئے ملتوی

تین طلاق سے متعلق بل رواں سیشن میں پاس نہیں ہوسکا ہے اور راجیہ سبھا کے سرمائی اجلاس کی کارروائی غیر معینہ مدت کیلئے ملتوی کردی گئی ہے۔جمعہ کو سرمائی اجلاس کے آخری دن آج راجیہ سبھا کے چیئرمین وینکیا نائیڈو نے تین طلاق بل پر اتفاق رائے قائم کرنے کی آخری کوشش کی، لیکن وہ بھی ناکام رہے۔جہاں اپوزیشن بل کو سلیکٹ کمیٹی میں بھیجنے پر بضد رہی وہیں حکومت اس کیلئے قطعی تیار نہیں تھی۔تین طلاق سے متعلق بل گزشتہ ہفتہ لوک سبھا میں پاس ہونے کے بعد بدھ کو منظوری کیلئے راجیہ سبھا میں پیش کیا گیا تھا۔تاہم اپوزیشن کے سلیکٹ کمیٹی کو بھیجنے کے مطالبہ کی وجہ سے بدھ اور جمعرات کو ایوان بالا میں اس پر بحث نہیں ہوسکی اور دونوں دن کارروائی ملتوی کرنی پڑ گئی تھی۔اپوزیشن کا کہنا ہے کہ بل کی رو سے اگر شوہر تین سال کیلئے جیل چلا جائے گا تو پھر بیوی اور بچوں کے اخراجات کون برداشت کرے گا؟ ادھر اپوزیشن کے مطالبہ پر مرکزی وزیر مختار عباس نقوی کا کہنا ہے کہ کانگریس کی وجہ سے تاخیر ہوسکتی ہے، مگر اندھیر نہیں۔بی جے پی کی ممبر پارلیمنٹ روپا گنگولی کا کہنا ہے کہ بل پر ایوان میں ہی بحث ہو یہی بہتر ہے، سلیکٹ کمیٹی میں کچھ منتخب لوگ ہی بل پر بحث کرسکیں گے۔بتایا جاتا ہے کہ بل پر بحث کے پیش نظر کانگریس اور بی جے پی دونوں نے اپنی اراکین کو وہپ جاری کرکے ایوان میں موجود رہنے کے لیے کہا تھا۔(ایجنسی)

s\MD ASADULLAH\Downloads\naqueeb 08.01.2018 (1).inp 21/04/39 06:58 A PAGE 9 (1,1)

سائنس وٹکنالوجی

جیب میں سما جانے والا ایئرکنڈیشنر

ماہرین نے اس کے لیے خاص مٹیریل تیار کیا ہے جوحرارت کوجذب کرتا ہے۔فوٹو:بشکریہ ہفت روزہ سائنس
ماہرین نے اس کے لیے خاص مٹیریل تیار کیا ہے جوحرارت کوجذب کرتا ہے۔یونیورسٹی آف کیلیفورنیا برکلے کے انجینئروں نے ایک چھوٹا سا کولر بنایا ہے جسے آپ جیبی ایئر کنڈیشنر بھی کہہ سکتے ہیں۔

ہفت روزہ جریدے 'سائنس' میں شائع ہونے والی تحقیقات کے مطابق اسے تھرموالیکٹرک کولر کا نام دیا گیا ہے جو بہت کم توانائی استعمال کرتا ہے۔اس کے برخلاف بڑے بڑے ایئر کنڈیشنر ٹھنڈک کوممکن بنانے والی گیسیں استعمال کرتے ہیں جنہیں چلانے کے لیے ایک جانب بہت بجلی درکار ہوتی ہے تو دوسری جانب وہ فضا میں خطرناک گیسیں خارج کرکے ماحول کوبھی متاثر کرتے ہیں۔تاہم یہ نیا آلہ بالکل مختلف اصولوں پرکام کرتا ہے۔

جیبی ایئر کنڈیشنر 'الیکٹروکیلورک اثر' کے تحت کام کرتا ہے یعنی جب اس میں بجلی گزاری جاتی ہے تو الیکٹرک فیلڈ خاص مٹیریل سے گرمی کونکال باہر کرتی ہے۔اس کے لیے سائنس دانوں نے ایک خاص قسم کا پولیمر استعمال کیا اوراسے گرمی خارج کرنے) ہیٹ سورس (اورگرمی جذب کرنے والے) ہیٹ سِنک (مٹیریل کے درمیان موجود کھلی جگہ رکھا گیا۔جب پولیمر ہیٹ سنک کوچھوتا ہے تو اس دوران ایک الیکٹرک فیلڈ بھی دوڑائی جاتی ہے۔اس فیلڈ سے پولیمر کے مالیکیول ایک قطار میں آجاتے ہیں اورگرمی کو ہیٹ سنک کے جانب دھکیلتے ہیں۔اگلے مرحلے میں پولیمر دوبارہ حرارت جذب کرتا ہے اوراسے ہیٹ سنک تک پہنچاتا ہے، یوں یہ چکر بار بار چلتا رہتا ہے۔ایک جانب تو یہ کولر بہت سستا ہے تو دوسری جانب یہ ماحول ساز بھی ہے۔اس طرح بڑے بڑے ایئرکنڈیشنگ سسٹمز کی ضرورت نہیں رہے گی اوران کی جگہ انفرادی کولنگ سسٹم رائج ہوسکیں گے۔دوسری جانب اس سے بجلی کی حیرت انگیز بچت ممکن ہوسکے گی۔

ابتدائی تجربے کے بعد ماہرین نے اسے ایک درجے آگے تک پہنچایا ہے۔انہوں نے لچک دار مادے سے یہ کولر بنایا ہے اوراسے سام سنگ گیلیکسی ایس فور پراستعمال کیا ہے۔حیرت انگیز طور پراس کی بیٹری 8 درجے سینٹی گریڈ تک ٹھنڈی ہوگئی۔

یہ روایتی ایئرکنڈیشنر کی جگہ تونہیں لے سکے گا لیکن مستقبل میں پہنے جانے والے آلات (ویئرایبلز) کوٹھنڈا رکھنے میں بہت اہم کردار ادا کرسکے گا۔اس کے علاوہ اس کے استعمال سے ٹھنڈا رکھنے والے کپڑے اور ملبوسات بھی بنائے جاسکیں گے۔

هفته رفته   هفته رفته   هفته رفته   هفته رفته   هفته رفته   راشد العزیری ندوی

قضیہ فلسطین سے متعلق المعہد العالی امارت شرعیہ کے طلبہ کا مذاکرہ علمی

امارت شرعیہ کے زیرنگرانی چلنے والا ادارہ ''المعہد العالی امارت شرعیہ کے محاضرہ ہال میں ''قضیہ فلسطین اور بیت المقدس'' کے موضوع پر ایک خصوصی پروگرام حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی ناظم امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کی صدارت میں منعقد ہوا، محفل کا آغاز مولوی محمد وسیم مظفر پوری کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، جبکہ مولوی سعید احمد سہرساوی نے نعت پیش کی اور مولوی محمد اشرف کٹیہاری نے بیت المقدس سے متعلق دلسوز نظم بھی پڑھی، نظامت کے فرائض مولوی افروز عالم سیتامڑھی نے انجام دیئے، اس خصوصی پروگرام میں مولوی عاشق الٰہی مولوی نجیب اللہ گیاوی، مولوی نوشاد سہرساوی مولوی ابوذر مہاراشٹری مولوی دلنواز کٹیہاری، مولوی سہراب، مولوی ایمن ظفر مئوی، مولوی محمد اخلاق بیگوسرائے وغیرہ نے اپنے اپنے مقالات وخطابات کے ذریعہ شہر القدس اور بیت المقدس کی تاریخی وجغرافیائی حقائق پیش کئے اوراس حساس مسئلہ سے متعلق مسلم حکمرانوں اورموجودہ حالات میں مسلمانوں کی ذمہ داریاں بھی یاد دلائیں اور بیت المقدس کے سلسلہ میں شرعی نقطۂ نظر بھی واضح کیا، چنانچہ بیت المقدس کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ تقریبا ٤٥٠٠ ق م ارض فلسطین میں کنعانی قوم آباد ہوئی، بعدازاں ١٢٠٠ق م میں حضرت طالوت کی حکومت قائم ہوئی۔بعد ازاں ٩٢٣ق م تک حضرت داؤد وسلیمان علیہم السلام کی حکومت رہی، اس کے بعد شاہ مصر نے حملہ کرکے اپنا قبضہ جمالیا اورتقریباً چار صدیوں تک یہود کی حکومت رہی، ٥٨٦ ق م میں بخت نصر نے حملہ کرکے فلسطین پر اپنی حکومت قائم کی، پھرمختلف ادوار میں مختلف حکومتوں کے زیر نگیں رہا، تاآں کہ حضرت عمر نے ٦٣٩ء میں فتح کرکے اسے اسلامی مملکت میں شامل کرلیا۔پھر صلیبی جنگوں کے نتیجہ میں ١٠٩٩ء میں القدس صلیبیوں کے ہاتھ چلا گیا۔١١٨٧ء میں صلاح الدین ایوبی نے اسے صلیبیوں سے آزاد کرایا۔عالمی جنگ کے موقع پر ١٩١٧ء میں انگریزوں نے فلسطین پر ناجائز قبضہ کرلیا۔١٩٤٨ء میں اقوام متحدہ کے ذریعہ فلسطین کودوحصوں میں تقسیم کردیا گیا۔ان تاریخوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسجد اقصی سے ہمارا ناطہ پرانا ہے، ہمیں اس کی بازیابی کی فکرکرنی چاہئے، اس لئے کہ یہ خدا کا گھر ہے اوراسلامی شعار ہے، جس کی حفاظت کرنا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے، اسلامی ممالک سے چاروں طرف گھرنے کے باوجود اسرائیل کی شرپسندی اورعیاری پر ان ممالک کی سردمہری قابل تشویش ہے، جبکہ امریکہ اسرائیلی ریاست کے ناحق ہونے کے باوجوداس کی حمایت کررہا ہے، مگر یہ عرب حق پر ہونے کے باوجود بھی فلسطینیوں کے نتیجہ خیز قدم اٹھانے اورحق کوحق کہنے کی ہمت نہیں کررہے ہیں، اورنہ ان مظلوموں پر ہورہے ظلم کے خلاف کوئی قدم اٹھارہے ہیں، مسلمانوں کے تقریباً ٦٠ ممالک ہونے کے باوجود مسجد اقصی کی حفاظت کے لئے کوئی حوصلہ افزا قدم نہیں اٹھا پارہے ہیں، پروگرام کے آخر میں ناظم امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ نے اپنے مختصر صدارتی کلمات میں فرمایا کہ مسلمانوں کواپنی تاریخ مستند کتابوں سے گہرائی کے ساتھ سمجھنا چاہئے تاکہ اپنی تاریخ کے حقائق سے ہمیں واقفیت ہوسکے کیوں کہ ہمارے مورخین نے تاریخ کے تعلق سے وہی اصول اپنایا جومحدثین نے حدیث کے تعلق سے اپنایا ہے، اسی طرح سیاسی حقائق کوبھی جاننا چاہئے کہ ماضی میں اس کی سیاسی حیثیت کیا تھی، آج کیا ہے اورکل کیا رہے گی؟ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ کسی بھی بحث میں حصہ لینے کے لئے اس موضوع کے ہر پہلو پرگہری نظر رہنی چاہئے، انہوں نے پروگرام میں حصہ لینے والے طلبہ کی محنت کوسراہا اورانہیں اس موضوع کے دوسرے پہلوؤں پربھی مطالعہ جاری رکھنے کا حکم دیا۔مجلس کا اختتام قاضی شریعت امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا قاضی عبدالجلیل صاحب قاسمی کی دعاء پرہوا، اس محفل کے شرکاء میں المعہد العالی امارت شرعیہ کے اساتذہ حضرت مولانا عبدالباسط ندوی صاحب، حضرت مولانا بدراحمد مجیبی صاحب، حضرت مولانا نورالحق رحمانی صاحب، حضرت مولانا امتیاز عالم قاسمی صاحب حضرت مولانا روح الامین قاسمی صاحب کے علاوہ جملہ طلبہ ومقامی باشندگان بھی موجود تھے۔

حکومت بہار کے سابق وزیر شاہد علی خان کا جے پور میں انتقال

انتہائی افسوس کے ساتھ یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ بہار کے مشہور سیاسی لیڈر شاہد علی خان مورخہ ٤/جنوری ٢٠١٨ء کو روز جمعرات کوشام ساڑھے آٹھ بجے ٥٩/سال کی عمر میں اجمیر میں انتقال کرگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون! موصوف علاج کے لیے جے پور گئے ہوئے تھے، وہاں سے زیارت کے لیے اجمیر گئے تھے کہ اچانک وہیں ان کودل کا دورہ پڑا، فوراً اسپتال لے جایا گیا مگر وقت موعود آپہونچا اور جان جاں آفریں کے سپرد کردی۔مرحوم شاہد علی خان بہار میں ٤/بار ایم ایل اے اوراقلیتی فلاح اورآئی ٹی کے وزیر بھی رہے۔پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹیاں ہیں، دو بیٹیاں لکھنؤ میڈیکل کالج میں زیرتعلیم ہیں۔مرحوم شاہد علی خان مقام آختہ ضلع سیتامڑھی کے بڑے رئیس گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، مرحوم کے خاندان کا امارت شرعیہ سے بہت گہرا رشتہ تھا۔ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی، ایڈیٹر نقیب مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی اور دیگر ذمہ داران امارات شرعیہ نے مرحوم شاہد علی خان کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے دعائے مغفرت اور پسماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعاء کی ہے۔قارئین نقیب سے بھی دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

مولانا مفتی نوشاد عالم مہتمم جامعہ صدیقیہ بصرہ، مغربی چمپارن کی خالہ کا انتقال

مولانا مفتی محمد نوشاد عالم صاحب مہتمم جامعہ صدیقیہ، مجھولیا، ضلع مغربی چمپارن کی خالہ محترمہ جحن آمنہ خاتون زوجہ سید نبی حسن صاحب کا مورخہ ٢٧/دسمبر ٢٠١٧ء کی صبح انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون، مرحومہ صوم و صلوٰۃ کی پابند، نیک اور پارسا خاتون تھیں۔ان کی عمر پچاسی سال تھی، پسماندگان میں چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں، قارئین نقیب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

مولانا افتخار احمد نظامی معاون ناظم امارت شرعیہ کو صدمہ

امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے معاون ناظم جناب مولانا افتخار احمد نظامی صاحب کے بڑے چچا جناب محمد ایوب صاحب مورخہ ٤/ربیع الآخر کو بعد نماز فجر انتقال کرگئے۔(انا للہ ونا الیہ راجعون) موصوف نے تقریبا ٩٠/سال کی عمر پائی، کافی دنوں سے بیمار چل رہے تھے، اللہ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔موصوف صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے، خانقاہ رحمانی مونگیر سے عقیدت ومحبت کا رشتہ رکھتے تھے، ان کے انتقال پر مولانا افتخار احمد نظامی صاحب نے اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار کیا اور پسماندگان کے لیے صبر کی دعا کی۔

امارت شرعیہ کی جانب سے ضرورت مندوں کے درمیان کمبل کی تقسیم

امارت شرعیہ کی جانب سے مختلف علاقوں میں غریبوں اورضرورت مندوں کے درمیان کمبل کی تقسیم کا سلسلہ جاری ہے، پٹنہ کے مختلف علاقوں میں کمبلوں کی تقسیم کی گئی ہے، اس کے علاوہ، مشرقی چمپارن، مغربی چمپارن، ارریہ، پورنیہ، کشن گنج، کٹیہار، دربھنگہ، سمستی پور، مدھوبنی، سوپول، سہرسہ، مدھے پورہ، ویشالی، روہتاس اور گیا کے مختلف دیہاتوں میں کمبل کی تقسیم کی گئی ہے۔ڈھاکہ، ضلع مشرقی چمپارن سے قاضی شریعت مولانا اطہر جاوید قاسمی، باراعیدگاہ، ضلع پورنیہ سے قاضی شریعت مولانا سرور عالم قاسمی، خزانچی ہاٹ پورنیہ سے قاضی شریعت مولانا ارشد قاسمی، کشن گنج سے قاضی شریعت مولانا ارشد قاسمی، ارریہ سے قاضی شریعت مولانا عتیق اللہ قاسمی اور سہرسہ سے معاون قاضی مولانا یوسف قاسمی اور دربھنگہ سے قاضی شریعت مولانا ارشد رحمانی نے خبر دی ہے کہ ان کے علاقے میں کمبل کی تقسیم ہوچکی ہے۔ارریہ کے قاضی شریعت مولانا عتیق اللہ قاسمی نے بتایا کہ ارریہ میں آزادنگر، گاچھی ٹولہ، خلیل آباد، شریف نگر، بہن بٹیا، مرٹولہ، اکالی بھاگ، علی بھاگ، بٹوربارری، بیلوابھٹکن ٹولہ، بیلواسین ٹولہ، بیلواہنگامی ٹولہ جھواری، فرساڈانگی، مانگ پور، ڈمہینیل، موڑبالا ہریا چوک، ہریاباڑا، مہسا چوک، چلمنیاں، جھمٹا، بسنت پور، مڑنا ٹولہ، دیاری، پورنداہا، چھوٹی گگری، کوچہا، پوکھر ٹولہ، نضارت محلّہ، بلوا بستی، سعدیہ ٹولہ، عیدگاہ محلّہ، چھچی پور، رحمت گنج، نورنگر، بڑی گرگدی، صمدہ، کامت بستی اور بسگڑوہ وغیرہ علاقے میں کمبلوں کی تقسیم ہوچکی ہے۔

ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی نے اپنے ایک اخباری بیان میں بتایا کہ سردی کی شدت اپنے شباب پر ہے، ایسے میں غریب اورنادار لوگوں کے لیے گرم کپڑوں اور کمبل وغیرہ کا انتظام بہت ضروری ہے۔خاص کر سیلاب زدہ علاقوں میں جہاں لوگوں کے گھربار اورضرورت کی اشیاء سب سیلاب کی نذر ہوگئیں ان کے لیے اس سخت سردی میں جان بچانے کا انتظام کرنا بہت ہی ضروری ہے۔امارت شرعیہ ہرسال ضرورت مندوں درمیان سردی کے موقع سے کمبلوں کی تقسیم کرتی ہے، اس سال بھی تقسیم ہورہی ہے، اہل خیر حضرات سے اپیل ہے کہ وہ اپنی طرف سے بھی اپنے آس پاس کے ضرورت مندوں کے درمیان سردی سے بچنے کے سامان تقسیم کریں، امارت شرعیہ کے ذریعہ بھی ضرورت مندوں تک اپنا تعاون پہونچا سکتے ہیں۔

ملی سر گرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

طلاق ثلاثہ بل کے تعلق سے بورڈ کی ہر ممکن کوشش جاری

کانگریس سمیت متعدد اپوزیشن پارٹیوں کے ذمہ داران سے ملاقات

طلاق ثلاثہ بل کے راجیہ سبھا سے منظور نہ کئے جانے کے سلسلہ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی کوششیں جاری ہیں اور ارکان راجیہ سبھا سے ملاقاتوں کا سلسلہ بھی جاری ہے اور اس بات کی پوری کوششیں کی جارہی ہے کہ یہ بل سلیکٹ کمیٹی کے سپرد ہو جائے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر محترم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب اور جنرل سکریٹری امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی ہدایت کے پیش نظر ملک بھر میں مختلف سیاسی پارٹیوں کے قائدین سے بورڈ کی طرف سے مسلسل ملاقاتوں اور گفتگو کا سلسلہ جاری ہے۔ بورڈ کے سکریٹری مولانا محمد فضل الرحیم مجددی صاحب، ترجمان بورڈ مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب اور بورڈ کی ویمنس ونگ کی سربراہ ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ پر مشتمل مسلم پرسنل لا بورڈ کا ایک سہ رکنی مؤقر وفد نے یکم جنوری ۲۰۱۸ء کو چنئی جا کر تامل ناڈو کے وزیر اعلیٰ اور A......I......D......M......K کے لیڈر سے اور D......M......K کے ورکنگ پریسیڈینٹ ایم۔ کے۔ اسٹالن سے ملاقات کر کے انھیں مجوزہ قانون کے بارے میں اپنے موقف سے آگاہ کیا، اور ان سے یہ اپیل کی کہ وہ اس بات پر زور دیں کہ اس بل کو سلیکٹ کمیٹی میں بھیجا جائے تاکہ وہاں اس کا تفصیلی جائزہ لے کر اس کی خامیوں کو دور کیا جاسکے۔ دونوں لیڈروں نے وفد کو یقین دلایا کہ وہ یہی موقف اختیار کریں گے۔ ان دونوں ملاقاتوں میں چنئی کی خاتون رکن بورڈ محترمہ فاطمہ مظفر صاحبہ بھی شریک تھیں۔ راجیہ سبھا میں اپوزیشن لیڈر جناب غلام نبی آزاد کے دفتر میں کانگریس کے سینئر لیڈران جن میں اپوزیشن لیڈر کے علاوہ کپل سبل، احمد پٹیل، کے رحمان خان، آنند شرما اور مسلم لیگ کے عبدالوہاب بھی موجود تھے۔ تفصیلی گفتگو ہوئی۔ وفد کے ارکان نے بہت تفصیل کے ساتھ اس بل کی ان خامیوں کی نشان دہی کی۔ جن کی وجہ سے یہ مجوزہ قانون دستور ہند کے بھی خلاف ہے نیز سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلہ اور خواتین کے حقوق کے بھی خلاف ہے۔ تمام لیڈروں نے وفد کے ارکان کو یقین دلایا کہ اس بل کو اس حالت میں راجیہ سبھا میں پاس نہیں ہونے دیا جائے گا۔ اور اسے سلیکٹ کمیٹی میں ضرور بھیجوایا جائے گا۔ وفد نے ۲ جنوری کو D......M......K......کی فلور لیڈر کنی موزی سے، تیلگو دیشم کے راجیہ سبھا میں فلور لیڈر سی، رمیش نائیڈو سے، ترنمول کانگریس کے فلور لیڈر ڈیرک اوبرین سے بھی گفتگو کی، R......J......D......اور سماجوادی پارٹی کے لیڈروں سے بھی رابطہ کیا گیا، بورڈ کے جنرل سکریٹری امیر شریعت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مختلف سیاسی قائدین سے اس سلسلہ میں براہ راست رابطہ میں ہے۔ اسی دن کلکتہ میں رکن بورڈ مولانا ابوطالب رحمانی کی قیادت میں بورڈ کے ۱۲ رکنی وفد نے سینئر کابینی وزیر سے ملاقات کر کے بورڈ کے موقف سے انھیں آگاہ کیا۔ اور ان سے اپیل کی وہ وزیر اعلیٰ کو بورڈ کے موقف سے آگاہ کریں اور ان تک بورڈ کا موقف اور اپیل پہونچائیں کہ راجیہ سبھا میں ان کی پارٹی کے ممبران اس بل کو موجودہ شکل میں پاس نہ ہونے دیں اور اسے سلیکٹ کمیٹی میں بھیجوائیں۔ وفد کے ارکان کے بیان کے مطابق انہیں امید ہے کہ اپوزیشن پارٹیاں اپنے مبینہ موقف پر قائم رہیں گی اور بی جے پی اور آر۔ ایس۔ ایس کی طرف سے پڑنے والے کسی دباؤ کے زیر اثر نہ آکر پوری دیانت داری کے ساتھ راجیہ سبھا میں اپنے موقف کا اظہار کریں گی۔

ایک امیر شریعت کی ماتحتی میں دینی زندگی گذارنا ایمان کا بنیادی تقاضہ

دورہ وفد جہان آباد وارول کے موقع پر علماء وفد کا پیغام

۲۸/دسمبر کو امارت شرعیہ کا ایک دعوتی کارواں ''نگلہ'' پہونچا، یہ پچیس تیس گھروں پر مشتمل مسلمانوں کی غریب آبادی ہے جو کثیر غیر مسلم آبادی کے بیچ واقع ہے، جہاں ایک مسجد ہے جو بہت پہلے ایک صاحب نے بنوائی تھی اور اب وہ ترک مکانی کر چکے ہیں، مسجد کے نزدیک مسلمان کا صرف ایک گھر ہے باقی چاروں طرف مسجد سے متصل غیر مسلموں کے مکانات ہیں، مسلمانوں کے گھر مسجد سے فاصلے پر ہے، جس صاحب خیر نے یہاں مسجد بنوائی ان کے صاحبزادگان پٹنہ میں رہتے ہیں، انہیں کی توجہ سے مسجد میں امام بھی بحال ہیں اور اب ایک مکتب بھی مسجد سے متصل تعمیر ہو رہا ہے، اس آبادی کے مسلمانوں کے لئے وفد کی آمد عید کی خوشی سے کم نہیں تھی، قرب وجوار سے بھی مسلمانوں کی اچھی تعداد پہونچ گئی، یہاں امارت شرعیہ کے نظام سے لوگوں کو واقف کرایا گیا، ایک امیر شریعت کی ماتحتی میں دینی زندگی گذارنے کی ترغیب دی گئی، بچوں کی بنیادی دینی تعلیم اور غیر مسلم بھائیوں کے ساتھ بہتر تعلقات قائم رکھنے کی طرف توجہ دلائی گئی، پروگرام کو کامیاب بنانے میں سکریٹری ریاض الدین صاحب، انیس الرحمٰن صاحب اور محمد صدام نے خصوصی حصہ لیا، رات کا اجلاس مشہور آبادی بھداسی میں تھا، جہاں کے مسلمانوں نے آبادی سے باہر نکل کر وفد کا خیر مقدم کیا، اجلاس مدرسہ عظمتیہ بھداسی میں رکھا گیا تھا، یہ ادارہ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کلکتہ کی سرپرستی میں کام کر رہا ہے۔ بعد نماز مغرب اجلاس شروع ہوا، ارکان وفد نے کلمہ کی بنیاد پر اتحاد کی اہمیت، طلاق کے تعلق سے حکومت کی شریعت میں بے جا مداخلت جیسے موضوع پر روشنی ڈالنے کے ساتھ اپنی شریعت پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے کی ترغیب دی، یہاں جناب مولانا مطیع الرحمٰن صاحب، محمد شہاب الدین صاحب، حافظ نوشاد عالم صاحب اور حاجی حافظ عتیق الرحمٰن صاحب وغیرہ نے خصوصی دلچسپی سے اجلاس کو کامیاب بنایا، ۲۹/دسمبر جمعہ کا دن تھا، وفد کے خطاب کا پروگرام شہرارول کی مختلف مساجد میں طے کیا گیا تھا، ارکان وفد نے ہر جگہ اپنے خطاب میں امارت شرعیہ کے تعارف، وفد کی آمد کے مقاصد پر روشنی ڈالی اور ملک کی موجودہ صورتحال میں شریعت کی حفاظت کے لئے عملی بیداری پیدا کرنے کی دعوت دی، جن محلوں کی مساجد میں خطاب ہوا ان میں شاہی محلّہ، فرید پور محلّہ، واصل پور، اور پرسادی انگلش محلّہ کے نام شامل ہے، یہاں شہرارول میں رئیس النقیب مولانا طیب مظاہری صاحب نے پورے نظام کو مرتب کرنے اور ہر جگہ کے پروگرام کو کامیاب بنانے میں پوری محنت کی، رات کا اجلاس ہردے چک میں تھا، وفد کی گاڑی بعد نماز مغرب عصر ہردے چک کے لئے روانہ ہوئی، آبادی کے مسلمانوں نے موٹر سائیکلوں کی لمبی قطار کے ساتھ گاؤں سے پندرہ کیلومیٹر آگے آکر وفد کا استقبال کیا، اور امارت شرعیہ زندہ باد اور امیر شریعت پائندہ باد'' کے نعروں کے جلو میں وفد کو آبادی تک پہونچایا، عشاء کے بعد ایک وسیع پنڈال میں اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی، سخت سردی اور گھنے کہرے کے باوجود لوگ ڈیرھ بجے رات تک اجلاس میں جم کر بیٹھے رہے، خواتین کی بڑی تعداد بھی پردہ کے ساتھ اجلاس میں شریک رہی، ارکان وفد نے مختلف معاشرتی برائیوں جیسے تلک، جہیز، نشہ خوری، طلاق کے بے جا استعمال کے نقصانات کو بیان کرتے ہوئے اسلام میں عورتوں کے حقوق اور اس کے مقام بیان کیا، اجلاس میں شریک لوگوں نے ان پیغامات پر عمل کا مضبوط وعدہ کیا، اس اجلاس کو کامیاب بنانے میں حافظ تصویر انور صاحب، مولانا شمس عالم قاسمی، داروغہ محمد معصوم اور خورشید عالم صاحب وغیرہ خصوصی حصہ رہا، ۳۰/دسمبر کو دن کا اجلاس منیری بیگھہ میں منعقد ہوا، یہ مسلمانوں کی ایک مضبوط آبادی ہے، مگر آپسی نااتفاقی نے گاؤں کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے، حالات کے مطابق ارکان وفد نے قرآن وحدیث کی روشنی میں آپسی اتحاد کی اہمیت کو بتایا اور نااتفاقی کے نقصانات سے آگاہ کیا، اور خصوصی ملاقات کے ذریعہ اس آپسی اختلاف کو ختم کرنے کی طرف توجہ دلائی، جس کا اچھا اثر ہوا، اس آبادی میں حافظ عطاء اللہ صاحب، حافظ رضوان صاحب اور ماسٹر شمیم اختر صاحب کا اجلاس کو کامیاب بنانے میں اہم رول رہا، رات کا اجلاس مشہور آبادی کلیر میں تھا، جب وفد کی گاڑی کلیر کے قریب پہونچی تو وہاں کے نوجوانوں کا جذبہ ایمانی دیکھنے کے قابل تھا، امارت شرعیہ زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے وفد کا استقبال کیا، بعد نماز مغرب شاندار اجلاس کا انعقاد ہوا، اس اجلاس میں مسلمانوں کو ہمت وحوصلہ کے ساتھ زندگی گذارنے، اپنی شریعت پر مضبوطی کے ساتھ عمل کرنے اور معیاری تعلیم کے میدان میں آگے بڑھنے کی دعوت دی گئی، یہاں کے اجلاس کی کامیابی میں امام مسجد مولانا حفظ الرحمٰن صاحب، مولانا مطلوب قاسمی صاحب، رضوان خان صاحب، اور شبیر احمد خان وغیرہ کا کلیدی حصہ رہا، یہ اجلاس وفد کے دورہ کا آخری اجلاس تھا، اس دورہ میں وفد کے ذریعہ چودہ مرکزی آبادیوں تک پہونچا گیا، جبکہ ملحقہ آبادیوں سے بھی بڑی تعداد میں لوگ شریک ہوتے رہے، اس علاقہ میں خاص طور پہ دینی تعلیم کی کمی، آپسی نااتفاقی اور تعلیمی اداروں کی کمزور کا بڑا احساس ہوا، ہر جگہ خصوصی میٹنگ کر کے ان کمزوریوں کو دور کرنے کی بھی تلقین کی گئی، نقیب اور نائب نقیب کے ساتھ مزید چند افراد کو جوڑ کر کمیٹی بھی بنائی گئی، جو حالات کے مطابق امارت شرعیہ کے پیغام کو عملی طور پر عام کرنے کے لئے ہمیشہ تیار ہیں اور مرکزی دفتر سے بھی مضبوط رابطہ رکھیں، وفد کے اس دورہ سے پورے علاقے میں دینی بیداری کی نئی لہر محسوس کی گئی، اور لوگوں نے ہر سال اس طرح کے دورہ کرنے کی گذارش کی، اس دورہ کی قیادت راقم محمد سہراب ندوی نے کی، جب کہ ارکان وفد کی حیثیت سے نائب مفتی امارت شرعیہ مولانا احتکام الحق قاسمی، رئیس المبلغین مولانا قمر انیس قاسمی، مولانا منہاج عالم ندوی، مبلغ امارت شرعیہ مولانا سعود اللہ رحمانی اور مولانا مزمل حسین قاسمی وفد میں شامل رہے، مقامی طور پر رئیس النقباء قاری مسلم ایاز صاحب، مولانا عاصم مظاہری صاحب، اور مولانا طیب مظاہری صاحب اپنے اپنے علاقہ میں شریک وفد رہے، مولانا مزمل حسین قاسمی اور مولانا سعود اللہ رحمانی صاحب نے سخت ٹھنڈک کے باوجود پوری محنت وجانفشانی کے ساتھ وفد کے تمام پروگراموں کو ہر اعتبار سے بہت ہی کامیاب اور بامقصد بنایا۔

۹/جنوری تا ۱۶/جنوری ضلع پٹنہ میں وفد امارت شرعیہ کا دورہ

۹/جنوری تا ۱۶/جنوری 2018ء امارت شرعیہ کا ایک مؤقر وفد جناب مولانا مفتی محمد سہراب ندوی قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ کی قیادت میں ضلع پٹنہ کے مختلف مواضعات کا دعوتی دورہ کرے گا، اس پروگرام کا مقصد امارت شرعیہ کے پیغام اور اس کی خدمات سے عوام وخواص کو متعارف کرانا، نظام قضاء کی اہمیت بتانا اور موجودہ حالات میں مسلمانوں کو ان کی ذمہ داریوں سے روشناس کرانا ہے، اس وفد میں جناب مولانا مفتی عبیداللہ قاسمی صاحب استاذ حدیث دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ جناب مولانا منہاج عالم ندوی صاحب شعبۂ دعوت امارت شرعیہ جناب مولانا محمد احمد سجادی صاحب شعبۂ دعوت امارت شرعیہ جناب مولانا محمد نور عالم رحمانی صاحب و جناب مولانا محمد ظہیر الحسن شمسی صاحب مبلغین امارت شرعیہ شریک رہیں گے، حسب سہولت مختلف پروگراموں میں ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب، نائب ناظم مولانا مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب اور نائب ناظم مولانا شبلی قاسمی کی بھی شریک ہوں گے۔ اس پروگرام کا اجمالی خاکہ اس طرح ہے۔

نمبر شمار	تاریخ	ایام	اجلاس عام دن	اجلاس عام شب
۱	۹/جنوری ۲۰۱۸ء	منگل	فارسی محل جامع مسجد مکامہ	جامع مسجد دریاپور
۲	۱۰/جنوری ۲۰۱۸ء	بدھ	جامع مسجد ابو محمد پور بختیارپور	تھانہ جامع مسجد باڑھ
۳	۱۱/جنوری ۲۰۱۸ء	جمعرات	لودی پور خسرو پور	پٹھان ٹولی، فتوحہ
۴	۱۲/جنوری ۲۰۱۸ء	جمعہ	جمعہ میں خطاب شہر پٹنہ کی مختلف مساجد	معہد القرآن نیو عظیم آباد کالونی پٹنہ
۵	۱۳/جنوری ۲۰۱۸ء	سنیچر	جامع مسجد بیاپور	جامع مسجد نیورہ
۶	۱۴/جنوری ۲۰۱۸ء	اتوار	جامع مسجد نواب کوٹھی، بانس کوٹھی، دیگھا	سرائے کی مسجد بی بی گنج داناپور
۷	۱۵/جنوری ۲۰۱۸ء	سوموار	سنکھرہ، کوپا	مدرسہ بیت العلوم نعیمیہ چلسی
۸	۱۶/جنوری ۲۰۱۸ء	منگل	مدرسہ سعیدیہ پالی گنج	مدرسہ دارالسلام کریم پور کٹکا

اعلان مفقــــود الخبــــری

● **مقدمہ نمبر ۵۳۸/۵۷۷/۴۴ھ** (متدائرہ دارالقضاء گوگری کھگڑیا) نکہت فاطمہ بنت محمد زبیر مقام قاضی ٹولہ بھنگواں تھانہ بیہپور، ضلع بھاگلپور۔ مدعیہ۔ بنام۔ بلند اختر ولد محمد اویس مقام قاضی ٹولہ بھنگواں تھانہ بیہپور ضلع بھاگلپور۔ مدعا علیہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ ساکنہ مذکورہ نے آپ کے خلاف عدالت دارالقضاء گوگری کھگڑیا میں چار پانچ سالوں سے نان ونفقہ ودیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں تاریخ پیشی ۲۰/جمادی الاولیٰ ۳۹ھ مطابق ۶/فروری ۲۰۱۸ء روز منگل کو خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ حاضر ہوکر رفع الزام کریں واضح رہے کہ عدم حاضری وعدم پیروی کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت

● **مقدمہ نمبر ۵۳۸/۱۰۵۹/۲۷ھ** (متدائرہ دارالقضاء چترا) فمینہ خاتون بنت محمد مستقیم میاں ساکن کلیان کھاپ پوسٹ پیچ تھانہ وضلع چترا۔ مدعیہ۔ بنام۔ رمضان محمد ولد پنچورام عرف پنچوخان نمبر ۱۳۹ ڈیملدا بیٹے پور بلوک نمبر ۱۸ تحصیل سمبل ضلع رونا ہماچل پردیش۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ فمینہ خاتون نے آپ مدعا علیہ کے خلاف دارالقضاء جامعہ رشید العلوم چترا میں ڈھائی سالوں سے نان ونفقہ اور حق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ مدعا علیہ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ آپ مدعا علیہ جہاں کہیں بھی ہوں اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور تاریخ پیشی ۲۲/جمادی الاولیٰ ۳۹ھ مطابق ۸/فروری ۲۰۱۸ء بروز جمعرات ۹/بجے دن کو آپ مدعا علیہ خود مع گواہان دارالقضاء جامعہ رشید العلوم چترا میں حاضر آکر رفع الزام کریں۔ واضح ہو کہ عدم حاضری وپیروی کی صورت میں مقدمہ ہذا فیصل کردیا جائے گا۔فقط۔قاضی شریعت۔

ضــــروری اعــــلان

مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کی ہدایت کی روشنی میں امارت شرعیہ چاہتی ہے کہ تینوں ریاستوں کے ائمہ کرام کی تفصیل مع موبائل ووائس اپ نمبرات دفتر امارت شرعیہ میں موجود رہیں تاکہ ضرورت کے وقت رابطہ کیا جائے اور ائمہ کرام کی صلاحیتوں سے ملت کو فائدہ پہونچایا جاسکے۔آپ کی خدمت میں اجمالی معلومات پر مشتمل ایک فارم ارسال کیا جارہا ہے،فوری طور پر اس کی خانہ پری کر کے شعبہ تنظیم مساجد، دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ ارسال کردیں۔ہم امید کرتے ہیں اس اہم کام میں آپ کا بھرپور تعاون ہمیں ملے گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اجمالی معلومات ائمہ مساجد

منجانب : امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھند

IMARAT SHARIAH BIHAR ODISHA & JHARKHAND

Phulwari Sharif, Patna-801505 (INDIA)

رابطہ نمبر 0612-2555351,2555014,2555668

ای میل nazimimaratshariah@gmail.com,

● نام امام مع ولدیت ...... تاریخ پیدائش/عمر......

● گھر کا مکمل پتہ......

● حال مقام ......

● موبائل نمبر......

● واٹس اپ نمبر......

● ای میل ......

● تعلیمی لیاقت...... تجربہ......

● سن فراغت...... آخری تعلیم گاہ......

● نام مسجد ......

● پٹنہ سے مسجد پہونچنے کا راستہ ......

● مسجد کے سکریٹری کا نام مع پتہ ......

● موبائل نمبر...... واٹس اپ نمبر......

● مسجد کے صدر کا نام مع پتہ......

● موبائل نمبر...... واٹس اپ نمبر......

● گاؤں/محلّہ کی کل آبادی ......

● مسلم آبادی...... غیر مسلم......

● مکتب کا نظام مسجد میں ہے یا نہیں؟ ...... محلّہ/ گاؤں میں مکتب یا مدرسہ ہے یا نہیں؟......

● مسجد کب سے قائم ہے؟...... جمعہ میں نمازیوں کی تعداد:......

● محلّہ/گاؤں میں امارت شرعیہ کی تنظیم ہے یا نہیں؟......

(بقیہ گیا سال) پارلیامنٹ سے نکل کر گیند راجیہ سبھا کے پالے میں گئی،مگر وہاں کوئی حتمی فیصلہ نہیں ہوسکا، اپوزیشن بل کو سلیکٹ کمیٹی کے پاس بھیجنے کے لئے بضد رہا جبکہ حکومت کسی طور پر بل کو سلیکٹ کمیٹی کے پاس بھیجنے کے لئے رضا مند نہیں ہوئی بالآخر راجیہ سبھا کارروائی غیر معینہ مدت کے لئے ملتوی ہوگئی ہے، اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے بڑوں نے کانگریس کو اس بل کی مخالفت کے وجوہات سمجھانے میں کامیابی حاصل کرلی ہے۔اور دوسری پارٹیوں کو اس بل کے مضر اثرات سے منطقی انداز میں خبردار کیا جاچکا ہے، یہ ایک خوش آئند بات ہے۔

۲۰۱۸ء میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان آزمائشوں کا سلسلہ گذشتہ سال کی طرح جاری رہے گا،فروری سے بابری مسجد کی سنوائی ہونی ہے،فرقہ پرست طاقتیں اس ایجنڈے کو اس طرح ہوا دینے کا منصوبہ بنارہی ہیں کہ ہندوستان کے رائے دہندگان ہندو مسلم میں بنٹ جائیں اور فرقہ وارانہ بنیاد پر یہاں کی عوام کو اس طرح تقسیم کردیا جائے کہ ۲۰۱۹ء کے انتخاب میں بی جے پی کی پارلیامنٹ میں اکثریت ہوجائے، ہمارے قائدین اور سیاسی جماعتوں کو نوشتۂ دیوار پڑھنا چاہیے،اس لیے کہ مسئلہ مسلمانوں کی بقا اور تحفظ سے زیادہ یہاں کے سیکولر دستور، جمہوری اقدار اور غیر فرقہ پرست سیاسی پارٹیوں کے وجود وبقاء سے جڑ گیا ہے،ہمیں خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ ملک بڑی تیزی سے فرقہ پرست فاشسزم کی طرف بڑھ رہا ہے اور یہ ملک کے لیے کسی درجہ میں مفید نہیں ہے۔

(بقیہ چارۂ کار) ہندوستان کا ماحول اس کام کے لیے اب بھی سازگار ہے، کیوں کہ یہاں کے ستر فی صد باشندے کھلے ذہن اور سیکولر سوچ کے ہیں، اگر اس لائن سے محنت نہیں کی گئی تو اندیشہ ہے کہ یہ تعداد اسی، پچاسی فی صد کو پہونچ جائے گی،اس وقت فرقہ پرستی کے سیلاب بلاخیز کے لیے بند باندھنا ناممکن ہوجائے گا، اس لیے کام میں تاخیر کی اب کوئی گنجائش نہیں ہے، تحفظ شریعت کی سوچ کے ساتھ اس کام کو کرنا عبادت ہے اور اجر وثواب کے اعتبار سے دعوت دین کے یہ ہم پلہ ہوگا۔ اس کام کو مؤثر بنانے کے لیے ذہن سازی بھی کرنی ہوگی، اور دلتوں نیز دبے کچلے لوگوں پر اسلام کی تبلیغ کا فریضہ انجام دینا ہوگا اور ان پر واضح کرنا ہوگا کہ یہ ہماری مجبوری نہیں، مذہبی فریضہ ہے، اس طرح اگر ہم نے اپنی نافعیت لوگوں پر ثابت کردی تو اس تاریک رات کی سحر ہوگی اور انشاء اللہ ضرور ہوگی۔

(انور جلال پوری کا انتقال) لیکن ان کو اس کام میں ایسی مہارت تھی کہ کسی کو شکایت کا موقع نہیں ہوتا تھا، کلام پر برمحل داد دینا اور واہ واہ کا شور بلند کرا دینا اور استقبال کے لیے سامعین سے تالیاں بجوا دینا موقع محل کی رعایت سے انہیں خوب آتا تھا، اور واقعہ یہ ہے کہ اس کام میں کوئی ان کا ہمسر نہیں تھا، انور جلال پوری کی نظامت پوری دنیا میں مشاعرہ کی کامیابی کی ضمانت سمجھی جاتی تھی، شاعر بہت سارے ہیں، لیکن اس میدان میں ان کے چلے جانے سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ جلد پُر ہوتا نظر نہیں آتا۔

انور جلال پوری کی بیٹی نزہت کا انتقال حال ہی میں لندن میں ہوگیا تھا، جس سے وہ کافی غم زدہ تھے، ۲۸/دسمبر ۲۰۱۷ء کو انہوں نے مرحومہ بیٹی کے لیے جلال پور میں ایصال ثواب کی مجلس رکھی تھی، اس میں شریک ہوکر وہ واپس لکھنؤ آئے تھے، دل ودماغ میں جو غم کی آندھی چل رہی تھی، وہ ان کے لیے ناقابل برداشت ثابت ہوا، اسی دن چھ بجے شام باتھ روم میں انہیں برین ہیمرج ہوا، وہ بے ہوش کر گر پڑے، دروازہ توڑ کر انہیں نکالا گیا، ہوسپٹل میں بھرتی کیا گیا، لیکن موت کا علاج تو کسی کے پاس نہیں ہے، تدبیریں ساری کی گئیں؛ لیکن تدبیریں مشیت ایزدی کے خلاف ہوں تو بندہ کی ساری کوشش کا مطلب سعی لاحاصل کہلاتا ہے، تدبیریں ناکام ہوئیں اور تقدیر غالب آگئی، پس ماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے ہیں، اللہ مغفرت کرے اور پس ماندگان کو صبر جمیل دے۔آمین

(بقیہ فکری ارتداد کے پھیلتے جراثیم) انتساب کلمات عالیہ اور دل کی بات کو شمار نہ کریں تو یہ کتاب پورے تیس (۳۰) مضامین کا مجموعہ ہے، ان تمام مضامین میں مشترک چیز فکری ارتداد کے فتنے کا ادراک اور اس سے بچنے کی تدابیر ہیں، جو اکابر علماء کی کتابوں اور ان کی آرا کی روشنی میں پیش کی گئی ہیں، فکری ارتداد کی طغیانی کے اس دور میں ایمان کی حفاظت کی فکر ہمہ وقت کرتے رہنے کا مشورہ دیا گیا ہے، یہودی کلچر کے زد میں مسلم معاشرہ کے آنے اور ارتداد کے اثرات ایمان ونکاح پر پڑنے سے باخبر کیا گیا ہے، ایمان فروش مرتدین، سعدیہ دہلوی، زہرہ حیدر، طارق فتح، شکیل ابن حنیف کے فکری انحرافات اور ارتدادی خیالات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، اہل خانہ کی فکری وایمانی تربیت کی اہمیت وافادیت سے بحث کیا گیا ہے، اور اس پورے منظرنامہ کو تبدیل کرنے کے لیے دعوت الی اللہ کے کام کو مضبوط بنیادوں پر کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے، یہ کتاب ہے تو مضامین ہی کا مجموعہ، لیکن ترتیب میں ایک فکری تسلسل ہے، جس کی وجہ سے قارئین کی رسائی منطقی طور پر وہاں تک ہوجاتی ہے، جہاں پر مؤلف پہونچانا چاہتے ہیں۔ مغرب کی طرف سے مذہب بیزاری پر مبنی فکری یلغار کے اس دور میں اس قسم کی چھوٹی چھوٹی کتابیں لکھنے، چھاپنے، بانٹنے اور گھر گھر پہونچانے کی ضرورت ہے؛ تاکہ فکری ارتداد سے علمی اور عملی طور پر بچنے بچانے کی شکل پیدا ہوسکے، یہ ایک مفید کتاب ہے، جس کو ہر گھر تک پہونچنا چاہیے، پوری کتاب کا خلاصہ بقول شاعر:

عافیت چاہو تو آؤ دامن اسلام میں ☆ یہ وہ دریا ہے کہ جس میں ڈوبتا کوئی نہیں

جلد نمبر 66/56/شمارہ نمبر 02 پرنٹر پبلیشر سہیل احمد ندوی نے جی ایم آفسیٹ پریس دریاپور پٹنہ 9934188997 میں چھپوا کر ہفتہ وار نقیب امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ ۸۰۱۵۰۵ سے شائع کیا۔

WEEKENDING 08/01/2017
فون نمبر 2555351,2555014,2555668 فیکس 0612-2555280
Web. www.imaratshariah.com, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND
THE NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-15-17
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

کوئی پوچھے گا جس دن واقعی یہ زندگی کیا ہے
زمیں سے ایک مٹھی خاک لے کر ہم اڑا دیں گے
(انور جلال پوری)

دنیا کا رہبر کون؟

مولانا سید محمد واضح رشید ندوی

دوسری جنگ عظیم سے پہلے، یہود دنیا کے مختلف ملکوں میں منتشر تھے، وہ یورپ کے جس ملک میں بھی قیام کرتے فساد، بدامنی، جرائم، تشدد، قتل وغارتگری، دینی، سماجی اور اخلاقی بگاڑ کی جڑ سمجھے جاتے، ان کا کوئی وطن نہیں تھا، یہودیوں کی یہ حالت دیکھ کر کسی کو توقع نہ تھی کہ یہ قوم کسی وقت کم تعداد میں ہونے کے باوجود ساری دنیا پر حکمرانی کرے گی، آج اسی کا دنیا کی سیاست، معیشت اور نظام حکومت پر کنٹرول وغلبہ ہے، عالمی سیاست انہی کے بنائے ہوئے خطوط پر چلتی ہے، سارے عالمی ادارے، تنظیمیں، سوسائٹیاں، فورم اور بین الاقوامی انجمنیں انہیں کے اشارے پر کام کرتی ہیں، حتی کہ عالمی طاقتوں کے تعاون سے اقوام متحدہ میں اپنے مفادات کے خلاف قراردادوں کو ویٹو کروادیتے ہیں؛ بلکہ ساری دنیا صہیونی اصول ونظریات اور یہودی سیاست پر عمل کررہی ہے اور تمام نظامہائے حکومت صہیونی مفادات کی دانستہ یا غیر دانستہ خدمت کررہے ہیں۔

دنیا کی سیاست میں اور خود یہودیوں میں اس تبدیلی اور انقلاب کی اصل بنیاد وہ خطرناک منصوبہ ہے جو پوری دنیا میں پھیلی ہوئی پچاس یہودی انجمنوں کے تین سو صہیونی دانشوروں، مفکروں اور فلسفیوں نے پوری دنیا پر حکومت کرنے اور بالادستی حاصل کرنے کے لیے انیسویں صدی کے اوائل میں تیار کیا تھا اور پھر بیسویں صدی میں اس منصوبہ کو پائے تکمیل تک پہنچانے کے لیے ہر طرح کے جائز وناجائز طریقے اور ذرائع اختیار کئے گئے۔

1897 میں سوئزرلینڈ کے پال شہر میں تھیوڈ ہرٹزل کی قیادت میں ساری دنیا پر حکمرانی کا یہ منصوبہ جس وقت تیار کیا گیا تھا، اس وقت یہودیوں کی حالت موجودہ حالت سے مختلف تھی اور ان کا یہ منصوبہ ایک حسین خواب سے زیادہ معلوم نہیں ہورہا تھا، لیکن یہودیوں نے بڑی معمولی ذہانت سے مختلف خانوں میں رنگ بھرنا شروع کردیا اور مختلف ذرائع (ذرائع ابلاغ اور ارتکاز دولت) سے بڑی حد تک اپنا ہدف حاصل کرلیا، تسخیر عالم کے اس منصوبہ میں جہاں یہ طے کیا گیا تھا کہ تمام دنیا پر حکمرانی کے لیے سونے کے ذخائر پر قبضہ کرنا ضروری ہے، وہیں اس منصوبہ میں ذرائع نشر واشاعت کو بھی بنیادی اہمیت دی گئی تھی، صہیونی دانشوروں کی دستاویزات کی بارہویں دستاویز میں صحافت کی غیر معمولی اہمیت، اس کی تاثیر وافادیت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

''اگر ہم یہودی پوری دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے سونے کے ذخائر پر قبضہ کو مرکزی اور بنیادی اہمیت دیتے ہیں تو ذرائع ابلاغ بھی ہمارے مقاصد کے حصول کے لیے دوسرا اہم درجہ رکھتے ہیں، ہم میڈیا کو اپنے قبضے اور قابو میں رکھیں گے، ہم اپنے دشمنوں کے قبضہ میں کوئی ایسا موثر اور طاقتور اخبار نہیں رہنے دیں گے کہ وہ اپنی رائے کو موثر ڈھنگ سے ظاہر کرسکیں اور نہ ہم ان کو اس قابل رکھیں گے کہ ہماری نگاہوں سے گزرے بغیر کوئی خبر سماج تک پہنچ سکے، ہمارے قبضہ وتصرف میں ایسے اخبارات ورسائل ہوں گے، جو مختلف گروہوں اور جماعتوں کی تائید وحمایت کریں گے، خواہ یہ جماعتیں جمہوریت کی داعی ہوں یا بغاوت کی حامی، حتی کہ ہم ایسے اخبارات کی بھی سرپرستی کریں گے جو انتشار وبے راہ روی، جنسی واخلاقی انارکی، استبدادی حکومتوں اور مطلق العنان حکمرانوں کی مدافعت اور حمایت کریں گے، ہم جب اور جہاں چاہیں گے قوموں کے جذبات کو مشتعل کریں گے اور جب مصلحت دیکھیں گے انہیں پرسکون کردیں گے، اس کے لیے صحیح اور جھوٹی خبروں کا سہارا لیں گے، ہم ایسے اسلوب سے خبروں کو پیش کریں گے کہ قومیں اور حکومتیں ان کو قبول کرنے پر مجبور ہوجائیں، ہم یہودی ایسے ایڈیٹروں اور نامہ نگاروں کی ہمت افزائی کریں گے جو بدکردار ہوں اور ان کا مجرمانہ ریکارڈ ہو، ہمارا یہی معاملہ بدعنوان سیاستدانوں اور لیڈروں اور مطلق العنان حکمرانوں کے ساتھ ہوگا، جن کی ہم خوب تشہیر کریں گے، لیکن ہم جیسے ہی محسوس کریں گے کہ وہ ہمارے ہاتھ سے نکلے جارہے ہیں، بس فوراً ہی ان کی ان برائیوں اور اخلاقی بدعنوانیوں کا اعلان کردیں گے، جن پر اب تک ہم نے پردہ ڈال رکھا تھا، اس طرح ہم ان کا کام تمام کردیں گے؛ تاکہ دوسروں کے لیے عبرت ہو، ہم یہودی ذرائع ابلاغ کو خبر رساں ایجنسیوں کے ذریعہ کنٹرول کریں گے، ہم دنیا کو جس رنگ کی تصویر دکھانا چاہیں گے، وہ پوری دنیا کو دیکھنا ہوگا، جرائم کی خبروں کو ہم تفصیل سے غیر معمولی اہمیت دیں گے، تاکہ قاری کا ذہن تیار ہو، اس انداز سے کہ قاری کو مجرم کے ساتھ ہمدردی ہوجائے''۔

صہیونی دانشوروں نے ذرائع ابلاغ کی اہمیت کا ادراک بہت پہلے کرلیا تھا، 1869 میں براگ شہر میں یہودی پاپائے اعظم راشورون نے ایک تقریر کے دوران میڈیا کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا تھا کہ پوری دنیا پر حکومت کرنے کے لیے سونے کے خائر پر قبضہ کے بعد دوسرے نمبر پر صحافت پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔

[redacted]

چیز کا پیمانہ بدل گیا، اعلیٰ انسانی قدریں، اخلاق اور خیر وخوبی کی صفات کو رذائل کا نام دے دیا گیا اور رذائل، کمینہ خصلتوں اور بری عادات کو اعلی انسانی قدروں کے نام سے پیش کیا جانے لگا، صہیونی ذرائع ابلاغ نے دنیا کی نظروں میں یہودیوں کی خصوصیات بدلنے، ان کو مظلوم ثابت کرنے اور ان کی تمام قومی خصوصیات کو عربوں کے سر منڈھنے میں زبردست رول ادا کیا، اس طرح یہود ذرائع ابلاغ کا سہارا لے کر امریکی ویورپی قوموں کی نظر میں اپنے مظلوم قوم بنانے میں کامیاب ہوگئے اور یورپی قوموں کے ذہنوں اور دلوں میں بٹھادیا کہ یہود ان کے دوست ہیں اور یہودیوں کی حفاظت ومدد کا دینی فریضہ ہے، لہذا یورپی طاقتوں نے عالم عربی کے قلب میں یہودیوں کا وطن قائم کرادیا۔

اس منصوبہ بند سازش کے تحت بنیادی تبدیلی یہ واقع ہوئی کہ وہ نصرانی جو تاریخ کے ہر دور میں یہودیوں کو اپنے ملکوں سے جلا وطن کرتے رہے اور ان کو تاراج کیا، ان کا وہ عقیدہ ہی بدل گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے ہی مصلوب کروایا تھا، صہیونیوں کا یہ منصوبہ تھا کہ اس عقیدہ کو تبدیل کروائیں، جو منجملہ اور دوسری باتوں کے نصرانیوں کو یہودیوں سے نفرت پیدا کرنے کا موجب رہا ہے، انہوں نے بے شمار صہیونی مفکرین اور یہودی دانشوروں کو نصرانی کلیسا کی روایات، قانون اور ان کے عقائد کے بارے میں تربیت دلوائی اور سازشیں کرکے ان کو نصرانی کلیسا میں اعلیٰ مناصب دلوائے، پھر آہستہ آہستہ کلیسا کے اعلیٰ حلقوں میں ان صہیونیوں کا اثر ونفوذ اتنا بڑھ گیا کہ انہوں نے اپنے منصوبہ کے مطابق نصرانیوں کے اس عقیدہ کو تبدیل کروادیا، 1964 میں کیتھولک کلیسا کی اعلی ترین کونسل میں جو ویٹیکن میں منعقد ہوئی، عیسائی پوپ اعظم نے یہودیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کروانے کے الزام سے جو تاریخی طور پر ثابت ہے، بالکل بری الذمہ قرار دے دیا اور یہ اعلان کردیا کہ نصرانیوں کو چاہئے کہ وہ یہودیوں کو مقہور اور لعنت زدہ قوم نہ سمجھیں، نصرانیوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ یہودیوں سے نفرت نہ کریں اور ان کا استیصال نہ کریں۔

نصرانی عقیدہ میں تبدیلی بڑی اہمیت کی حامل ہے، اس سے یہودیوں کی ذہانت کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے منصوبے کس طرح ترتیب دیتے ہیں اور کس طرح ان پر عمل درآمد کرتے ہیں کہ ذرائع ابلاغ اور دولت کے استعمال سے نصرانی کلیسا کا وہ الزام جو دو ہزار سال سے یہودیوں پر لگایا جارہا تھا، کس طرح صاف کروالیا۔

صہیونیوں نے ذرائع نشر واشاعت یا انفارمیشن میڈیا میں اثر اثر ونفوذ حاصل کرلیا کہ یہودی میڈیا ہر مخالف لہر کو یہودیوں کے حق میں کردیتا ہے، یہی نہیں؛ بلکہ مخالفین کی تائید وہمدردی حاصل کرلیتے ہیں، یہودی میڈیا نے بہت سے سچے اور صحیح تاریخی حقائق بدل دیئے اور نئے نئے تصورات رائج کردیئے، ہولوکوست پر بحث یا لب کشائی کرنے پر بھی پابندی عائد کردی گئی، یہودی میڈیا یہودیوں پر کئے گئے مظالم کو ہولناک شکل میں پیش کرتا ہے، ان کو معصوم پیش کیا جاتا ہے، سامی دشمنوں کے نام پر یہودیوں کی تنقید اور ان کے کسی ظلم پر انگلی اٹھانا ممنوع؛ بلکہ قابل سزا جرم قرار دے دیا گیا، گویا سامی صرف یہودی ہی ہیں، حالانکہ اصل سامی تو عرب ہیں، جبکہ عرب ہی ہر موقع پر ہدف ملامت بنتے ہیں، ان کے عقائد اور مقدسات کو نشانہ بنایا جاتا ہے؛ بلکہ عالمی اخبارات، مجلّات، رسائل، لٹریچر اور محفلوں میں عربون کو شب وشتم کرنا محبوب ترین موضوع بن گیا ہے، عربوں اور مسلمانوں کے خلاف ہر جارحانہ کارروائی جائز، تشدد اور ظلم وجور روا، ان کا قتل عام کیا جائے تو کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی، لیکن اگر کسی یہودی کو صرف خراش ہی لگ جائے تو کہرام مچ جاتا ہے، عالم اسلام کے موجودہ حالات اس کی واضح دلیل ہیں۔

اسی طرح قیدیوں کے حقوق اور اغوا اور قتل کے قوانین ہیں، ان میں بھی مسلمانوں کے ساتھ امتیاز برتا جاتا ہے، ان کے ساتھ انتہائی گھناونا، وحشیانہ اور جانوروں سے بدتر سلوک کیا جاتا ہے، گوانتانامو، ابوغریب اور دنیا کے مختلف علاقوں میں قائم امریکی خفیہ جیلوں میں قیدیوں کی ہولناک داستانیں اخبارات میں آتی رہتی ہیں اور مہذب یورپی حکومتں کا دوسرے ملکوں میں اپنے سیاسی مخالفین کو قتل کروادینا، ان کو اغوا کروادینا اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی، لیکن اگر دنیا میں کہیں کسی غیر مسلم، یہودی، عیسائی کا اغوا ہوجائے تو عالمی میڈیا آسمان پر سر اٹھالیتا ہے اور چند نامعلوم افراد کے عمل کو اسلامی دہشت گردی سے جوڑ دیا جاتا ہے اور عالمی سطح پر ان اغوا شدہ افراد کو چھوڑانے کی کوششیں کی جاتی ہیں، چند سال پہلے امریکہ نے یہ اعلان کیا کہ اسے یہ قانونی حق حاصل ہے کہ وہ جب اور جہاں چاہے کسی کو اغوا کرسکتا ہے اور اس کے سپریم کورٹ نے بھی اس کی توثیق کردی، اسی کے بعد امریکہ نے برطانیہ کو وارننگ دی کہ امریکہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی کیس میں مطلوب [redacted]